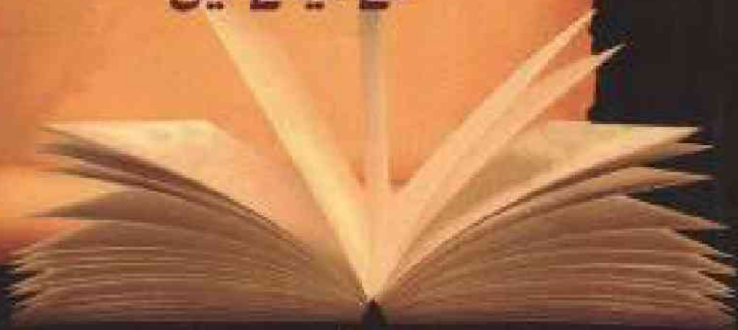
أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ

کہ میزان میں بے اعتدالی (ناانصافی) نہ کرو

یزید

حدیث و تاریخ کے آئینے میں



پروفیسر احمد رضا خان

گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی لاہور

یزید
حدیث و تاریخ کے آئینے میں

از

پروفیسر احمد رضا خاں

گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی لاہور

زیر اہتمام

تحریکِ مطالعہ قرآن

المرکز الاسلامی والٹن روڈ لاہور

0322-4280455

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق مصنف وتحریکِ مطالعہ قرآن محفوظ ہیں

نام کتاب	:	یزید......حدیث وتاریخ کے آئینے میں
تصنیف	:	پروفیسر احمد رضا خاں
کمپوزنگ	:	خالد حسین
طباعت اوّل	:	1100
سال	:	ذوالحجہ 1435ھ/اکتوبر 2014ء
مطبع	:	
قیمت	:	150 روپے

ملنے کے پتے

☆ جامعہ المرکز الاسلامی مین والٹن روڈ لاہور کینٹ۔ 0322-4280455
0300-2118550

☆ گنج بخش کتب مارکیٹ نزد دربار داتا صاحب لاہور

اطلاع

اس ایڈیشن کی جملہ آمدن مستقلاً تحریکِ مطالعہ قرآن کے لیے وقف ہے۔

محافلِ میلاد اور دیگر مواقع پر اچھی کتابیں تقسیم کرنا اپنے اور اپنے پیاروں کے ایصالِ ثواب کا بہترین ذریعہ ہے۔ زیادہ کتب کے خریدار خاص رعایت کے لیے براہِ راست رابطہ کریں۔

{حسن ترتیب}

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّ مِنْ عَجَمِ
فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَھَا
وَ مِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ﷺ

اِنتساب

صحابی رسول حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے نام جنہوں نے یزید کو نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں پر چھڑی مارنے سے برملا روک کر جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کی قابلِ تقلید مثال قائم کی۔

تقریظِ جمیل

شیخ الحدیث حضرت محمد عبد التواب صدیقی دامت برکاتھم العالیہ

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

نحمدہٗ و نصلّی علٰی سیدنا رسولہ الکریم امّا بعد

پروفیسر احمد رضا صاحب مدظلّہ العالی کا تحریر کردہ مقالہ بعنوان ''یزید حدیث و تاریخ کے آئینے میں'' نظر سے گزرا۔

جزوی مطالعہ سے بڑی خوشی ہوئی، آپ نے ماشاء اللہ تحقیق کا حق ادا کر دیا۔

یقینا یزید کے بارے میں جو آپ نے لکھا وہ سچ ہے۔ حدیثِ قسطنطنیہ سے استدلال کرنے والوں کو کم از کم قرآن پاک کا بھی مطالعہ کر لینا چاہیے کیونکہ یہ حدیث زیادہ سے زیادہ خبر واحد کا درجہ رکھتی ہے جو قرآن پاک کے مقابلے میں حجت نہیں ہو سکتی۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: من قتل مؤمناً متعمداً فجزاءہٗ جھنم ''جو ایک مومن کو عمداً قتل کر دے وہ جہنمی ہے''۔ جس نے سینکڑوں مسلمانوں کو شہید کروایا ہے کیونکہ واقعہ کربلا کے علاوہ مدینہ طیبہ، بیس ہزار لشکر سے مکہ مکرمہ پر حملہ اور حرمین کی بے حرمتی کے ساتھ صحابیوں اور حفاظ قرآن کو شہید کروانا یزید کا کام نہیں تو کس کا کام ہے؟

مصنف مقالہ ہزار مبارک باد کے مستحق ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالٰی ان کے اس مقالہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور یہ مقالہ ان کے لیے توشہ آخرت بنے۔ آمین

بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد عبد التواب صدیقی

20-11-2012

پہلا باب

”حدیثِ قسطنطنیہ“

کا

تحقیقی و تحلیلی جائزہ

"حدیثِ قسطنطنیہ" کا تحقیقی و تحلیلی جائزہ

صدیوں پر محیط زمانے جانتے ہیں کہ یزید کیسے کردار و اطوار کا حامل تھا، وہ تخت نشین ہوتے ہی کربلا میں نواسہ رسول اور دیگر اہلِ بیت کے ظلماً قتل کا باعث و ذمّہ دار ہوا۔ بعد ازاں کیا کیا گل نہ کھلائے۔ اہلِ ایمان اس کے سیاہ کرتوتوں کی وجہ سے اُسے ظلم وجور کی مجسم علامت سمجھتے اور اس سے سخت نفرت کرتے ہیں مگر اس دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اپنے پیار محبت اور حمایت و ہمدردی کا حق دار نواسہ رسول کی بجائے یزید کو سمجھتے ہیں۔

اگرچہ ان حامیانِ یزید نے اپنے ممدوح یزید کو پاک باز و پارسا اور واقعہ کربلا اور بعد کے ظلم وستم سے بے قصور ثابت کرنے کے لیے کئی پاپڑ بیلے ہیں۔ معتبر تاریخی مواد کو توڑ مروڑ کر ایک نئی تاریخ بنانے اور پھر اس تاریخ سے اپنے من پسند نتائج اخذ کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے تاہم جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی فضیلت و عظمت پر مشتمل احادیث مبارکہ کے مقابلے میں یزید کی فضیلت و عظمت کی کوئی دلیل نہیں ملی اور نہ ہی مل سکتی تھی تو" حدیثِ قسطنطنیہ" سے اس کی فضیلت و عظمت کشید کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

فنِ حدیث کا شغف رکھنے والے اہلِ علم تو ان کے تارِ عنکبوت کی کمزوری سے آگاہ ہیں مگر عوام الناس کے ان کی فریب کاری سے متاثر ہو جانے کا پورا امکان و اندیشہ موجود ہے اس لیے اس کتابچہ میں حدیثِ قسطنطنیہ کا بھرپور علمی و تاریخی جائزہ لیا گیا ہے۔

اس سے پہلے کہ حدیثِ قسطنطنیہ کا متن پیش کر کے اس پر علمی و تاریخی اعتبار سے گفتگو کی جائے، ملاحظہ فرمائیے یہ حدیث مبارکہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ:

01- عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُوْلُ ... كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَأَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ فَنَامَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ قَالَتْ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: أُنَاسٌ مِّنْ أُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيْلِ اللهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ أَوْ مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ شَكَّ إِسْحٰقُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أُدْعُ اللهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ فَقُلْتُ مَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: نَاسٌ مِّنْ أُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيْلِ اللهِ كَمَا قَالَ فِي الْأُوْلٰى قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ أُدْعُ اللهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ قَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِيْ زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِيْ سُفْيَانَ فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِيْنَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ۔(01)

”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کرتی تھیں اور ام حرام عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ ایک

بار رسول اللہ ﷺ ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ انہوں نے حضور کو کھلایا۔ (اس کے بعد حضور ﷺ لیٹ گئے) اور وہ حضور کے سر مبارک میں ہاتھ پھیرنے لگیں جیسے عام آدمی کے سر سے جوئیں نکالتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سو گئے۔ کچھ دیر کے بعد مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا: حضور! کس چیز نے آپ ﷺ کو ہنسایا؟ ارشاد فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے میرے سامنے پیش کیے گئے جو تخت نشین بادشاہوں کی طرح اس سمندر کے بیچ میں سوار ہوں گے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ سے دعا فرمایئے کہ مجھے ان میں کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے سر اقدس رکھا۔ پھر ہنستے ہوئے جاگے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کس چیز نے آپ کو ہنسایا؟ فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے مجھ پر پیش کیے گئے جیسا کہ پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ سے دعا فرمایئے کہ مجھے ان میں کر دے۔ فرمایا: تو پہلے والوں میں ہے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے زمانے میں سمندر میں سوار ہوئیں اور سمندر سے نکلنے کے بعد اپنی سواری سے گر پڑیں اور وفات پا گئیں"۔

راویانِ حدیث: (i) عبداللہ بن یوسف (ii) مالک (iii) اسحاق (iv) عبداللہ بن ابی طلحہ (v) حضرت انس رضی اللہ عنہ

02- بخاری کتاب الجہاد باب فضل من یُصرعُ فی سبیل اللہ فمات(02)

آپ ﷺ نے دعا کی اور دوبارہ سو گئے ففعل مثلھا فقالت مثل قولھا فاجابھا... "تو حضور ﷺ نے اسی (پہلے کی) طرح کہا تو حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا نے پھر وہی بات کی تو حضور ﷺ نے انہیں جواب دیا"۔

راویانِ حدیث: (i) عبداللہ بن یوسف (ii) لیث (iii) یحییٰ (iv) محمد بن یحییٰ بن حبان (v) حضرت انس رضی اللہ عنہ

03- بخاری کتاب الجہاد باب غزوا المرأۃِ فی البحر (03)

......آپ ﷺ پھر سو گئے اور پھر ہنسے۔فقالت لہٗ مثلَ اَو مِمّ ذالك... "حضرت اُمِ حرام رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ سے پھر اُسی طرح کی بات کی"۔

راویانِ حدیث: (i) عبداللہ بن محمد (ii) معاویہ بن عمر (iii) ابواسحاق (iv) عبداللہ بن عبدالرحمان انصاری۔ (v) حضرت انس رضی اللہ عنہ

04- بخاری کتاب الجہاد باب رکوبِ البحر(04)

......آپ ﷺ پھر سو گئے اور ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔فقال مثل ذالك مرّتین اَو ثلاثًا... "تو آپ ﷺ نے اسی طرح فرمایا دو یا تین مرتبہ"۔

راویانِ حدیث: (i) ابونعمان (ii) حماد بن زید (iii) یحییٰ (iv) محمد بن یحییٰ بن حبان (v) حضرت انس رضی اللہ عنہ

05- بخاری کتاب التّعبیر باب الرّؤیا بالنّہار (05)

......حضور ﷺ دوبارہ بیدار ہونے پر مسکرائے اور حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا نے سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ناس من اُمّتی عرضوا علیّ غزاۃ فی سبیل اللّٰہ یرکبون ثبج هٰذا البحر ملوکا علی الاسرّۃ او مثل الملوك علی الاسرّۃ فقلت ادع اللہ ان یجعلنی منھم ۔ قال انتِ من الاوّلین۔

ارشاد فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ راہ خدا میں جہاد کرتے میرے سامنے پیش ہوئے جو تخت نشین بادشاہوں کی طرح اس سمندر کے بیچ میں سوار ہوں گے۔ام حرام رضی اللہ عنہا نے کہا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ ! اللہ سے دعا فرمایئے کہ مجھے ان میں کردے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو پہلے والوں میں سے ہے''۔

راویانِ حدیث: (i) عبداللہ بن یوسف (ii) مالک (iii) اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ (iv) حضرت انس رضی اللہ عنہ

06- بخاری شریف کے علاوہ مذکورہ حدیث مبارکہ صحاحِ ستّہ کی دیگر کتب میں بھی مختلف راویوں سے منقول ہے۔

حدیث انس رضی اللہ عنہ کے اہم نکات:

01- حضور نبی کریم ﷺ نے دورانِ خواب جن دو لشکروں کو ملاحظہ فرمایا، اُن میں سے کسی کا تعلق برّی جہاد سے نہیں بلکہ بحری یعنی سمندری سے ہے جیسا کہ بخاری شریف کی کتاب التعبیر کی حدیث مبارکہ کے جملوں نے مکمل وضاحت کردی ہے اور شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

قلت وظاھر قولہ فقال مثلھا ان الفرقۃ الثانیہ یرکبون البحر ایضا)(06

''میں کہتا ہوں فقال لھا مثلھا کے الفاظ سے تو یہی ظاہر ہے کہ دوسرا

لشکر بھی پہلے لشکر کی طرح بحری ہی تھا"۔

02- بحری جہاد میں شرکت کرنے والے ان دونوں لشکروں کے لیے کسی خاص اجرو فضیلت کی خوش خبری مذکور نہیں البتہ حضور ﷺ کے ان دونوں لشکروں کو بادشاہوں کی سی شان وشوکت کے ساتھ دیکھنے اور مسکرانے سے ان کے لیے پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے۔

03- اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو آئندہ کا غیبی علم عطا فرمایا ہے۔

04- حضور ﷺ کی رضاعی خالہ حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا کا آپ ﷺ سے یہ سوال کرنا کہ کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں، اُن کے اس عقیدہ کی عکاسی کرتا ہے کہ آپ ﷺ کو مستقبل کے امور وحالات اور افراد کے انجام ومقام کا غیبی علم حاصل ہے۔

حدیثِ انس میں بیان ہونے والے دو لشکر:

پہلا بحری / سمندری لشکر:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ کی مسلسل کوششوں سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں اسلامی بحریہ قائم ہوئی۔

28ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سمندری جزیرے قبرص پر پہلا بحری حملہ کیا۔ آپ کے اسلامی لشکر میں دیگر متعدد صحابہ کرام کے علاوہ حضرت عبادہ بن صامت اور آپ کی اہلیہ اُمّ حرام بنت ملحان بھی شامل تھے۔ مصر سے حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح بھی مذکورہ بحری لشکر سے آملے۔ (رضی اللہ عنہم)

اہلِ قبرص نے سات ہزار دینار سالانہ خراج ادا کرنے پر صلح کرلی۔ مسلمانوں نے ان پر مزید یہ شرط عائد کی کہ اگر کسی نے اہل قبرص پر حملہ کیا تو مسلمان اہلِ قبرص کی خاطر حملہ آور سے جنگ نہیں کریں گے۔ نیز یہ کہ وہ دشمنانِ اسلام سے جنگ کے لیے مسلمانوں کو

جانے کا راستہ دینے کے پابند ہوں گے۔

حضرت امّ حرام رضی اللہ عنہا کا انتقال اسی جہاد سے واپسی پر ہوا جب ان کے لیے سواری لائی گئی تو سواری بدک کر بھاگی جس سے وہ سواری سے گر پڑیں اور شہید ہو گئیں۔ قبرص میں ان کی قبر بنی۔ لوگ ان کی قبر کی تعظیم کرتے ہیں، اس کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے اور کہتے ہیں کہ یہ ایک نیک خاتون کی قبر ہے''(07)۔

اور یوں ان کے لیے حضور ﷺ کی وہ خوش خبری پوری ہوئی جس کا ذکر حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث میں بھی ہے اور مدینہ قیصر کی روایت میں بھی۔

دوسرا سمندری لشکر:

قبرص پر پہلی کامیاب بحری مہم مسلمانوں کے لیے ایک روشن مستقبل کا پیغام ثابت ہوئی۔ صلح کے بعد مسلمان اہلِ قبرص سے سالانہ خراج وصول کرتے رہے۔ مگر بعد میں کیا ہوا؟ اس کی تفصیل تاریخ کی تمام معتبر کتب میں محفوظ ہے:

کامل ابن اثیر میں ہے:

''اہلِ قبرص نے 32ھ میں مسلمانوں کے خلاف رومیوں کی مدد کی اور اپنے معاہدے کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی۔ اس لیے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو قبرص پر دوبارہ فوج کشی کرنی پڑی۔ دوسرے بحری حملے کی کامیاب کارروائی کے بعد اس جزیرے کو اسلامی مقبوضات میں شامل کر لیا گیا اور یہاں مسلمانوں کی نوآبادی قائم کر دی گئی'' (08)۔

البدایہ میں ہے:

و فیھا غزا معاویة بلادّ الروم حتی بلغ المضیق، مضیق

القسطنطینیه و معه زوجته عاتکة

''32ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلادِ روم کی طرف لشکر کشی کی یہاں تک کہ قسطنطنیہ کے بالکل قریب پہنچ گئے اور آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ عاتکہ بھی تھیں''(09)۔

لہٰذا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث مبارکہ میں بیان ہونے والے دوسرے لشکر کا مصداق حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے 32ھ والے لشکر کو قرار دینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔

اب ملاحظہ فرمایئے حدیث قسطنطنیہ کا متن:

حدّثنا اسحاق بنُ یزید الدّمشقی حدّثنا یحییٰ بن حمزہ قال حدثنی ثور بنُ یزید عن خالد بنِ معدان انّ عمیر بن الاسود العنسیّ حدّثهٗ انّهٗ اتٰی عبادةَ بنَ الصّامتِ وھو نازلٌ فی ساحل حمص وھو فی بناءٍ لهٗ ومعهٗ اُمّ حرامٍ قال عمیرٌ فحدّثتنا اُمّ حرامٍ انّها سمِعَتِ النّبیّ ﷺ یقولُ اوّل جیشٍ من اُمّتی یغزون البحر قد اَوجَبُوا قالت اُمّ حرامٍ قلتُ یَارسول اللہ انا فیهم قال انتِ فیهم ثمّ قال النّبیّ ﷺ اوّل جیش مِن اُمّتی یغزونَ مدینةَ قیصَرَ مغفورٌ لهم فقلت انا فیهم یا رسول اللہ قال لا۔(10)

''ہم سے اسحاق بن یزید دمشقی نے حدیث بیان کی، انہوں نے یحییٰ بن حمزہ سے، وہ کہتے ہیں: مجھ سے ثور بن یزید نے حدیث بیان کی، انہوں نے خالد بن معدان سے روایت کی کہ عمیر بن اسود العنسی نے ان سے بیان کیا کہ وہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب وہ ساحل حمص پر اپنے ایک محل میں قیام پذیر تھے اور ان کے ہمراہ ان کی زوجہ

حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر کہتے ہیں کہ ہم سے اُم حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری اُمت کا جو پہلا لشکر سمندری جہاد کرے گا اس نے اپنے اوپر جنت واجب کرلی۔ حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟ فرمایا: تم ان میں سے ہو۔ حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میری اُمت کے مدینہ قیصر کا پہلا جہاد کرنے والے لشکر کے لیے بخشش ہے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا میں بھی ان میں ہوں؟ فرمایا: نہیں"۔

اس روایت سے استدلال کرتے ہوئے حامیانِ یزید کہتے ہیں کہ یزید حضور نبی کریم ﷺ کی بشارت کا مصداق وحق دار ہونے کی وجہ سے بخشا ہوا اور جنتی ہے اس لیے کہ اس نے نہ صرف مدینہ قیصر کی طرف جانے والے پہلے لشکر میں شرکت کی تھی بلکہ وہ اس لشکر کا امیر تھا جیسا کہ اس کی امارت کا ذکر بخاری شریف کی حدیث مبارکہ میں بھی ہے۔

جبکہ حقیقت حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ علمی وتاریخی جائزے سے بالکل ثابت وواضح ہے کہ یزید کو قیصرِ روم کی طرف جانے والے جس لشکر میں شرکت کے لیے زبردستی بھیجا گیا تھا، وہ پہلا لشکر نہیں تھا بلکہ اس سے پہلے کئی لشکر مدینہ قیصر کی طرف حملہ آور ہوچکے تھے۔ اس لیے یزید پہلے لشکر کے لیے بیان ہونے والی خوش خبری کا مصداق وحق دار نہیں ہے۔

حدیثِ بالا کا فنی جائزہ:

روزمرہ زندگی میں بھی جب کوئی بات کسی سے منسوب کی جائے تو اس کی مضبوطی جانچنے کے لیے دو باتیں دیکھی جاتیں ہیں:

01- بیان کرنے والے یعنی راوی کتنے ہیں اور ان کے احوال کیا ہیں؟

02- جو بات منسوب کی گئی ہے اس کا متن ومضمون کیا ہے؟

آیئے ان دونوں اعتبارات سے حدیث قسطنطنیہ کا جائزہ لیتے ہیں:

اس حدیث کا پہلا راوی اسحاق بن (ابراہیم بن) یزید دمشقی ہے:

ازدی، ابن عدی اور علامہ ذہبی جیسے آئمہ نقد وجرح نے اسے اور اس کی روایات کو ضعیف اور غیر محفوظ قرار دیا ہے۔

تہذیب التہذیب میں ہے:

حضرت ابوزرعہ فرمایا کرتے تھے: ادرکناہ و لم نکتب عنه
11)(

"وہ ہمارا ہم عصر تھا لیکن ہم اس کی روایت نہیں لکھا کرتے تھے"۔

میزان الاعتدال میں ہے:

"بقول ابن عدی حضور نبی کریم ﷺ سے مروی اس کی بیس روایات تمام کی تمام غیر محفوظ ہیں"(12)

دوسرا راوی یحییٰ بن حمزہ ہے:

اگرچہ اس کی ثقاہت بھی منقول ہے تاہم آئمہ نقد وجرح نے اس کا قدری یعنی تقدیر کا منکر ہونا بیان کیا ہے۔)13

تیسرا راوی ثور بن یزید حمصی ہے:

یہ شخص بھی قدریہ فرقہ سے ایسا تعلق رکھتا تھا کہ بقول علامہ ذہبی، ابن معین کہتے ہیں:

مارأیت احدا یشك انه قدری... کہ میں نے کسی کو بھی نہیں دیکھا جو اس کے

قدری ہونے میں شک کرتا ہو۔

عبداللہ بن سالم فرماتے ہیں: ادرکت اھل حمص وقد اخر جوا ثوراً وحرقوا دارہ لکلامہ فی القدر

''حمص والوں نے تقدیر کے بارے میں اس کی گفتگو کی وجہ سے اسے حمص سے نکال دیا اور اس کا گھر جلا ڈالا تھا''

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

کان ثور یری القدر وکان اھل حمص نفوہ واخرجوہ

''ثور قدری تھا اور اہل حمص نے اسے حمص سے نکال دیا تھا''

جب کوئی آدمی شام آنے کا ارادہ کرتا تو حضرت ابن ابی روّاد اس سے کہتے:

اِنَّ بِھَا ثوراً فاحذر لَا یَنْطِحُكَ بِقَرْنَیْہِ (14)

''وہاں ثور (بیل) ہے، اس سے بچو وہ تمہیں اپنے سینگوں سے نہ مارے''

عطا خراسانی کہتے تھے:

لا تجالسوا ثور بن یزید انہ کان قدریًا (15)

''ثور بن یزید کے پاس نہ بیٹھنا اس لیے کہ وہ تقدیر کا منکر ہے''

کتاب الجرح والتعدیل اور تہذیب التہذیب میں بھی حضرت سفیان ثوری سے ثور بن یزید کے سینگوں سے بچنے کی تاکید منقول ہے (16)۔

اسی طرح سلمہ بن العیّار بھی اسے برا سمجھتے تھے۔ (17)

اس شخص کے بارے میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا رویّہ ملاحظہ ہو:

قَدِمَ الْمَدِیْنَۃَ فَنَھٰی مَالِكٌ عَنْ مُجَالَسَتِہٖ وَلَیْسَ لِمَالِكٍ عَنْ رِّوَایَۃٍ

لَا فِی الْمُوَطَّا وَلَا فِی الْکُتُبِ السِّتَّۃِ[18]

"جب وہ مدینہ منورہ آیا تو امام مالک نے اس کے پاس بیٹھنے سے منع کر دیا اور امام مالک نے موطا میں اس سے کوئی روایت نہیں لی اور نہ ہی کتب ستہ میں اس سے کوئی روایت لی گئی ہے"

اوزاعی کے بارے میں بھی منقول ہے کہ :کان الاوزاعی یتکلّم فیہ و یھجوہ[19]

"اوزاعی اس کے بارے میں کلام کرتے اور اس کی برائی بیان کرتے تھے"

میزان الاعتدال میں یہی بات اس طرح ہے:

کان الاوزاعی سیی القول فی ثور[20]

اوزاعی احادیث بیان کر کے اس پر لعنت بھیجتے ہوئے یہ بھی کہتے تھے کہ (اے ابو مسلم فزاری) کیا تو اپنا دین اس شخص سے لے گا؟[21]

چوتھا راوی خالد بن معدان ہے:

جو ثقہ تو ہے مگر اکثر مرسل روایات بیان کرتا تھا[22] اور مرسل وہ روایت ہے جس کی آخر سند میں تابعی صحابی کا درمیانی واسطہ ذکر کیے بغیر کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔

پانچواں راوی عمیر ہے جو جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کا بیٹا ہے:

البدایہ میں ہے: تفرد بہ البخاری دون اصحاب الکتب السّتۃ[23]

"کتب ستہ کے اصحاب میں سے اکیلے امام بخاری ہی نے اس راوی سے روایت لی ہے"۔

امام بخاری کے بھی اس پر اعتماد کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اس سے ایک اس روایت کے سوا بخاری میں کوئی اور روایت نہیں لی۔(24)

معلوم ہوا کہ اس روایت کے پانچ میں سے تین راوی قدریہ فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

قدریوں یعنی تقدیر کے منکروں کے بارے میں حضور ﷺ کا فیصلہ:

اگرچہ آپ نے قدریوں کے عقائد کی گندگی کا اس سے بھی اندازہ کر لیا ہوگا کہ اس گندگی کی وجہ سے حمص والوں نے انہیں جلاوطن کر دیا تھا اور ان کے گھروں کو آگ لگا دی تھی تاہم اُن کی اسلامی حیثیت و اصلیت جاننے کے لیے محبوب خدا ﷺ کا فیصلہ بھی پڑھ لیجیے:

01- حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

صنفان من اُمّتی لیس لهما فی الاسلام نصیب المرجئة والقدریة)(25)

''میری اُمت میں دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں، ایک مرجئہ اور دوسرے قدریہ''۔

02- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

القدریة مجوس هذا الاُمّة ان مرضوا فلا تعودوهم و ان ماتوا فلا تشهدوهم)(26)

''قدری اس اُمت کے مجوسی ہیں۔ اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی بیمار پرسی نہ کرو اور اگر وہ مر جائیں تو اُن کے جنازے میں شرکت نہ کرو''۔

03- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک میں ہے:

وهم شیعة الدّجّال و حقّ، علی الله ان یلحقهم بالدّجّال)(27)

''اور وہ دجال کے ساتھی ہیں اور اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اُنہیں دجال کے ساتھ

ملادے"۔

مسلمان کی بیمار پرسی کرنا اوراس کے فوت ہونے پر اس کے جنازے میں شرکت کرنا، ان کاموں کوتو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق میں سے ارشاد فرمایا جب کہ قدریوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی شدید ناراضگی وناپسندیدگی کا اظہار و اعلان فرمایا تواس سے اُن کے دعویٰ اسلام وایمان کی حقیقت واصلیّت کا اندازہ کرلیجیے۔

ایک اہم انکشاف:

اس حدیث کے ان راویوں کا قدری ہونا ہی ان کی اصلیت واضح کردینے کے لیے کافی تھا جب کہ ثور بن یزید کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی نے جو انکشاف فرمایا ہے وہ اس روایت کے مدینہ قیصر والے جملے کی حقیقت سمجھنا آسان کردیتا ہے اور وہ یہ کہ ثور بن یزید کا سینہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بغض سے لبریز تھا۔ ملاحظہ فرمائیے:

اذا ذکر علیًّا قال لا اُحبّ رجلاً قتل جدّی[28]

"جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوتا تو وہ کہتا کہ میں اس شخص کو بالکل پسند نہیں کرتا کہ اس نے میرے دادا کو (جنگ صفین میں) قتل کیا تھا"۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض اور نفرت وعداوت رکھنے والے کے بارے میں محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فیصلہ ارشاد فرمایا ہے؟

01- حضرت عمرو بن شاس اسلمی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من آذیٰ علیًّا فقد آذانی [29]

"جس نے علی رضی اللہ عنہ کو تکلیف پہنچائی تو یقیناً اُس نے مجھے تکلیف پہنچائی"

02- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یا علی لا یحبّك الّا مؤمنٌ ولا یبغضك الّا منافق[30]

''اے علی (رضی اللہ عنہ)! مومن ہی یقیناً تم سے محبت کرے گا اور ضرور منافق ہی تمہارے ساتھ بغض رکھے گا''۔

03- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کُنَّا نعرف المنافقین ببغضھم علیًّا (31)

''ہم منافقوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے پہچان لیا کرتے تھے''۔

اس وضاحتی تفصیل سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ایسا دلی بغض رکھنے والا کتنا ہی ثقہ اور قابلِ قبول کیوں نہ ہو، خاص طور پر اہل بیت کے بارے میں اس کے بیان پر کتنا اعتبار کیا جا سکتا ہے جب کہ دیگر کئی واضح قرائن وشواہد اس روایت کے زیرِ گفتگو الفاظ کی صحت وثقاہت کو شدید مجروح کرنے کے لیے موجود ہوں۔

ایک طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ثور بن یزید کے یہ الفاظ اس کے دل میں موجود نفرت اور اس کے پسِ منظر کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں تو دوسری طرف بنو اُمیہ کے لیے اُس کے اس جذبے کی عکاسی بھی کرتے ہیں جو شام کے بہت سے لوگوں کو بڑے سے بڑا ناجائز کام کرنے پر بھی آمادہ رکھتا تھا۔

اسی لیے جب شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ مذکورہ حدیث مبارکہ کے ذریعے یزید جیسے شخص کو بخشا ہوا اور جنّتی قرار دیا جا رہا ہے تو آپ نے ان واشگاف الفاظ میں اس کوشش کے پیچھے پائے جانے والے اس قبائلی وعلاقائی جذبے کا پردہ چاک کر دیا:

بانّ ھٰذا جارٍ علی طریق الحمیۃ لبنی اُمیّۃ (32)

''یہ بنی امیہ کی حمایت وعصبیت کی وجہ سے جاری ہوا ہے''۔

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کو اس سے اور زیادہ تقویت حاصل ہوتی

ہے کہ مدینہ قیصر والی اس حدیث کے تمام راویوں کا تعلق شام (دمشق و حمص) سے ہے جب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک دوسری حدیث پاک میں جو صرف بخاری شریف ہی میں پانچ مقامات پر متعدد راویوں کی طرف سے اور دیگر بہت سی کتب احادیث میں بہت سے راویوں کی طرف سے منقول ہے، کسی ایک جگہ بھی مدینہ قیصر والا وہ جملہ موجود نہیں جب کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ اپنی خالہ حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا سے سن کر عمر بھر یہ حدیث بیان کرتے رہے۔ اگر مدینہ قیصر والا جملہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا حصہ ہوتا تو کبھی تو حضرت اُم حرام رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ٹوک کر درست کروا دیتیں۔

اس ساری تفصیل سے بآسانی سمجھا جا سکتا ہے کہ مذکورہ جملہ اصل حدیث مبارکہ کا حصہ نہیں بلکہ کسی راوی کا اضافہ ہے۔ ایسی حدیث کو مُدرج کہتے ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"کسی حدیث میں راوی کا اپنا کلام اس طرح شامل ہو جس سے گمان ہو کہ یہ بھی حدیث کا حصہ ہے تو ایسی حدیث کو مدرج کہتے ہیں"۔ (33)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عظمت نشان کہاں اور ایک راوی کے اپنے الفاظ کہاں، دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

حاصلِ کلام:

قارئین محترم! آپ نے مدینہ قیصر کے الفاظ پر مشتمل روایت اور حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیثِ مبارکہ کے حوالے سے تفصیلی بیان ملاحظہ فرمایا۔ اب آسان ذہن نشینی کے لیے چند اہم نکات خلاصۃً پیش خدمت ہیں۔

01- مدینہ قیصر کے الفاظ والی روایت کے اکثر راوی قدری یعنی تقدیر کے منکر ہیں اور

قدریوں کے لیے محبوبِ خدا حضور ﷺ نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار واعلان فرمایا ہے۔

02- ثور بن یزید حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شدید نفرت اور بغض رکھتا تھا جو از خود اموی عصبیت وحمیت کا ثبوت ہے۔

03- اس روایت کے تمام راویوں کا شامی ہونا مزید واضح کرتا ہے کہ مدینہ قیصر والا جملہ محض کسی راوی کی کارستانی ہے۔

04- حضرت انس سے جو حدیث مبارکہ متعدد کتب حدیث میں مروی ہے اُس میں جن دو لشکروں کا ذکر ہے، اُن دونوں کا تعلق سمندری جہاد سے ہے اور ان دونوں لشکروں کے لیے حضور ﷺ کی پسندیدگی تو منقول ہے مگر کوئی مخصوص فضیلت اور خوش خبری منقول نہیں جب کہ شامیوں کی اس روایت میں ایک سمندری جہاد والا لشکر بیان کرنے کے بعد دوسرے سمندری لشکر کا ذکر گول کر کے اس کی جگہ پر مدینہ قیصر کی طرف جہاد کرنے والے لشکر کا ذکر شامل کر دیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت کے برعکس اس میں "اوجبو" اور "مغفوز لھم" کی خوش خبریوں کا بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔

05- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ مبارکہ راویوں کی تعداد / تعدّد طرق کی بناء پر اوثق یعنی زیادہ مضبوط ہے۔

06- اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کی وجہ سے مدینہ قیصر والی روایت شاذ یعنی غیر محفوظ ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی فرمایا ہے)[34] بلکہ راویوں کے بدعقیدہ ہونے کی وجہ سے منکر ہے۔

07- جب دونوں روایات میں تطبیق نہ ہو سکے تو مضبوط روایت کے مقابلے میں شاذ بلکہ منکر اور مدرج روایت قبول نہیں کی جا سکتی۔

لٰہذا مدینہ قیصر کے الفاظ کو بنیاد بنا کر یزید کو جنتی اور بخشا ہوا قرار دینا درست نہیں۔

تجزیہ وتنقیح کا دوسرا پہلو......تاریخی حقائق

اگرچہ مدینہ قیصر والی روایت کے تجزیے سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ یزید کے تمام سیاہ کردار اور سیاہ کارنامے نظر انداز کر کے اُسے بخشا ہوا اور جنتی قرار دینے کے لیے ایسی روایت کو بنیاد بنانا درست نہیں تاہم ضد اور بے جا حمایت کے خمار سے سرشار لوگوں کو ایک اور پہلو سے آئینہ دکھانے کی کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ ہوسکتا ہے وہ اپنے ہی قائم کردہ معیار پر اپنی کوشش ناکام دیکھ کر حق قبول کر لیں اور باطل کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ حق کی سمجھ اور قبولِ حق کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مدینہ قیصر کی طرف جہاد کرنے والا پہلا لشکر؟

اگر طریقہ تنزّل کے طور پر اور بات آگے بڑھانے کے لیے مدینہ قیصر والے جملے کی صحت وثقاہت قابلِ اعتبار تسلیم کر بھی لی جائے تو بھی اس سے یزید کی فضیلت ومغفرت تراشنے کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی اس لیے کہ......

01- اس روایت میں قسطنطنیہ کا نام مذکور نہیں بلکہ مدینہ قیصر یعنی قیصر کا شہر مذکور ہے اور اگر حضور ﷺ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے بھی ہوں تو تاریخی وجغرافیائی حقائق سے ثابت ہے کہ اس وقت قیصر کا دار السلطنت حمص کا شہر تھا۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی فرمایا:

وجوز بعضھم ان المراد بمدینة قیصر المدینه التی کان بھا یوم قال النبی ﷺ تلک المقالة وھی حمص وکانت دار مملکته (35) ’’اور بعض نے اسے درست قرار دیا ہے کہ قیصر کے شہر سے مراد وہ شہر ہے کہ جس دن نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا اور وہ شہر حمص ہے جو قیصر کا دار الحکومت تھا‘‘۔

اور البدایۃ والنہایۃ کی اس عبارت سے بھی خوب واضح ہے:

وانزل ابو عبیدۃ بحمص جیشًا کثیفاً یکون بھامع جما عۃ من الامراء منھم بلال والمقدادو کتب ابو عبیدہ الی عمر یخبرہ بانّ ھرقل قد قطع الماء الی الجزیرۃ وانّہ یظھر تارۃً و یخفی اخری)(36

''اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بڑے بھاری لشکر کے ساتھ حمص کے پاس پڑاؤ کیا۔آپ کے ساتھ بلال اور مقداد سمیت امراء کی ایک جماعت تھی اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اطلاعی خط بھیجا کہ ہرقل نے جزیرے کی طرف پانی کاٹ دیا ہے اور وہ کبھی ظاہر ہوجاتا ہے اور کبھی غائب ہوجاتا ہے۔''

لہٰذا قیصر کے شہر سے قسطنطنیہ کے بجائے حمص مراد لے کر حمص کا جہاد کرنے والے پہلے لشکر کو اس فضیلت وبشارت کا مصداق وحق دار سمجھنا چاہیے۔

واضح رہے کہ حمص 15ھ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوا تھا جب کہ یزید اس وقت پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔

نوٹ: اس لشکر کے مغفور لھم والی خوشی خبری کا مصداق ہونے کی صورت میں یہ سمجھنا بھی لازم ہے کہ مدینہ قیصر کے الفاظ والا لشکر تاریخی اعتبار سے پہلا لشکر ہے اور حضرت امّ حرام رضی اللہ عنہا والا لشکر تاریخی اعتبار سے دوسرا لشکر ہے جو 32ھ میں عازمِ سفر ہوا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امّ حرام سے یہ فرمانا: انت من الاوّلین (کہ تو پہلے مجاہدین میں سے ہے) تاریخی اعتبار سے نہیں محض ترتیب بیان کے اعتبار سے پہلا ہے۔

قسطنطنیہ کا جہاد کرنے والے لشکروں کی ترتیب و تفصیل:

2۔ اگر قیصر کے شہر سے قسطنطنیہ ہی مراد لینے پر اصرار ہے تو بھی حامیانِ یزید ہاتھ ملتے رہ جائیں گے اور ان کا مقصد پورا ہونے کی کوئی صورت نہیں بنتی۔اس لیے کہ یزید نے قسطنطنیہ کی طرف جانے والے جس لشکر میں شرکت کی تھی وہ اوّلاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں 50/49ھ میں حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں روانہ ہوا تھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بعد میں یزید کو اس لشکر میں شامل ہونے کے لیے بھیجا تھا۔

اسلامی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ 50/49ھ والے مذکورہ لشکر سے پہلے بھی متعدد لشکر قسطنطنیہ کی طرف بھیجے گئے تھے جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شام کے گورنر تھے، بلاد روم کی طرف لشکر کشی کی یہاں تک کہ 32ھ میں قسطنطنیہ کے بالکل قریب پہنچ گئے (37)۔

قارئین مدِ نظر رکھیں کہ جب یہ لشکر قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا تو اس وقت یزید کی عمر زیادہ سے زیادہ سات سال تھی اس لیے کہ وہ 25، 26 یا 27ھ کو پیدا ہوا تھا (38)۔

2۔ 42ھ میں مسلمان بلاد روم میں داخل ہوئے اور رومیوں کو شکست دی اور بہت زیادہ سرداروں اور بطریقوں کو قتل کیا۔ (39)

3۔ 43ھ میں مسلمانوں نے حضرت بُسر بن ابی ارطاۃ کی قیادت میں بلادِ روم پر بحری حملہ کیا یہاں تک کہ قسطنطنیہ پہنچ گئے (40)۔

4۔ 44ھ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبدالرحمان کی قیادت میں بحری راستے سے مسلمانوں نے لشکر کشی کی۔ (41)

5۔ 46ھ میں پھر حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بلاد روم پر حملہ کیا گیا۔ (42)

نوٹ: 46ھ میں ہی حضرت عبدالرحمان بلادِ روم سے حمص کی طرف چلے گئے تھے اور آپ کا انتقال ہو گیا۔ (43)

06۔ 47ھ میں مسلمانوں نے حضرت مالک بن ہبیرہ السکونی کے ساتھ بلادِ روم کی طرف لشکر کشی کی۔ (44)

7۔ 49ھ میں بھی مالک بن ہبیرہ ارضِ روم میں تھے۔ (45)

8۔ 49ھ میں اور یہ بھی کہا گیا کہ 50ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی امارت و قیادت میں بلادِ روم کی طرف ایک بھاری لشکر روانہ کیا۔ (46)

یہی وہ لشکر ہے جس کے ساتھ جانے کے لیے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو حکم دیا تھا مگر اس نے بوجھ محسوس کیا اور حیلے بہانے کرنے لگا تو انہوں نے اسے روک لیا۔

تاریخ کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:

......و امر ابنه یزید بالغزاة معهم فتثاقل و اعتلّ فامسک عنه ابوه (47)

نوٹ: یزید نے ابتدا میں تو لشکر کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا تھا مگر بعد میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے زبردستی لشکر میں شرکت کے لیے بھیج دیا تھا۔

کون سا لشکر خوش خبری کا حق دار ہے؟

قارئین محترم! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ سرزمین روم / مدینہ قیصر / قسطنطنیہ کی طرف مسلمانوں کے ایک دو نہیں متعدد لشکروں نے چڑھائی کی۔

مدینہ قیصر والی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس لشکر کے شرکاء کے لیے گناہوں کی معافی کی خوش خبری دی ہے۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب اس مضمون و مسئلہ سے آگاہ ہر شخص جاننے کے لیے بے تاب ہے۔

تو آیئے دوبارہ دیکھتے ہیں مذکورہ روایت کے متعلقہ الفاظ...... حضور ﷺ نے فرمایا:

...اوّل جیشٍ من اُمتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور "لھم ...

"میری اُمت کا پہلا لشکر جو (روم کے بادشاہ) قیصر کے شہر پر حملہ کرے گا، اس کے گناہ معاف کردیے جائیں گے۔ آپ لشکر کشی کی تفصیل سامنے رکھتے ہوئے بتایئے کہ قیصر کے شہر پر حملہ کرنے والا پہلا لشکر کون سا ہے؟

1- قیصر کے شہر سے حمص مراد لینے کی صورت میں 15ھ میں اس پر حملہ کرنے اور اسے فتح کرنے والا لشکر پہلا لشکر ہے۔

2- قسطنطنیہ مراد لینے کی صورت میں حضرت امیر معاویہ کا 32ھ والا لشکر پہلا لشکر ہے۔

یہاں ان لوگوں کے ذوقِ تحقیق کی داد دینی چاہیے یا ان کی عقل پر ماتم کرنا چاہیے جو 15ھ اور 32ھ سے 48ھ تک حمص اور قسطنطنیہ کی طرف جانے والے کئی لشکروں کو نظر انداز کرکے 50/49ھ والے لشکر کو پہلا لشکر قرار دینے کے لیے بضد ہیں۔

اور پھر دلچسپ بات یہ بھی ہے کہ جو لشکر 50/49ھ میں حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں قسطنطنیہ کی طرف گیا تھا اس میں بھی یزید شروع سے شامل نہیں تھا بلکہ بعد ازاں شامل ہوا۔

قسطنطنیہ فتح کرنے والا لشکر:

اس سے پہلے کہ قسطنطنیہ فتح کرنے والے عظیم لشکر کا ذکر کیا جائے، پہلے پڑھیے مندرجہ ذیل حدیث مبارکہ:

حضور ﷺ نے فرمایا:

لتفتحن القسطنطنیۃ و لنعم الجیش تلک الجیش

ولنعم الامیر امیرھا)(48)

"تم یقینا قسطنطنیہ فتح کرلو گے اور فتح کرنے والا لشکر بھی کیا خوب لشکر ہوگا اور اس کا امیر بھی کیا اچھا امیر ہوگا"۔

3- قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی بجائے اسے فتح کرنے والا لشکر مراد لینے کی صورت میں 857ھ کا سلطان محمد فاتح کا لشکر پہلا لشکر تھا۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں:

"مسلمان خلفاء اور سلاطین میں سے ہر باہمت نے اس کو پورا کرنے کے لیے قسمت آزمائی کی مگر ازل سے یہ سعادت سلطان محمد فاتح کی قسمت میں آ چکی تھی"(49)۔

آپ خود سوچیے کہ ان حقائق کے باوجود یزید کو پہلے لشکر والی خوش خبری کا حق دار قرار دینے کے لیے کس بے باکی اور ڈھٹائی سے صداقت و دیانت کا خون کیا گیا ہے۔

جہادِ قسطنطنیہ میں یزید کی شرکت کی اصل کہانی:

یہاں قسطنطنیہ کی طرف جانے والے متعدد لشکروں کے بعد 49/50ھ کے لشکر میں یزید کے شرکت کرنے کی وہ روداد بھی قارئین کے لیے معلومات افزا اور مفید ہوگی جسے علامہ ابن اثیر اور ابن خلدون جیسے مؤرخین نے اپنی کتب تاریخ میں بیان کیا ہے۔ اگر حامیانِ یزید اب بھی تاریخ بدلنے پر بضد ہیں تو...... علامہ ابن اثیر کی عبارت ملاحظہ ہو:

"50/49ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک بڑا بھاری لشکر بلادِ روم کی طرف جہاد کے لیے روانہ کیا۔ آپ نے اپنے بیٹے یزید کو بھی اس لشکر میں شریک ہونے کا حکم دیا مگر اُس

نے گرانی محسوس کی اور حیلے بہانے کر کے بیٹھ رہا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہ دیکھ کر اُسے رہنے دیا۔ وہاں لشکر میں لوگ بھوک اور شدید بیماری کا شکار ہو گئے تو یزید نے (اطلاع پا کر) یہ اشعار کہے:

ما ان ابالی بما لاقت جموعهم بالغزقدونة من حمّی ومن موم
اذا اتّکات علی الانماط مرتفقا بدیر مرّان عندی اُم کلثوم [50]

"مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ غزقدونہ میں مجاہدین بخار اور چیچک میں مبتلا ہیں۔ جبکہ میں دیرِ مران میں گدّوں پر اونچے اونچے تکیوں کے سہارے بیٹھا ہوں اور میرے پاس اُمِ کلثوم ہے۔"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب یزید کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اُسے حضرت سفیان بن عوف کے پاس روم میں بھیجنے کی قسم کھالی تا کہ لشکر والوں کی سی کچھ مصیبت اسے بھی پہنچے۔ چنانچہ انہوں نے اُس کے ساتھ ایک بہت بڑی تعداد کا اضافہ کر دیا۔ اس لشکر میں حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم بھی تھے" [51]۔

آپ نے دیکھا کہ عیش وعشرت، سیر وشکار، شعر وشاعری اور موسیقی کے رسیا یزید کو جہاد اور مسلمان مجاہدین کے حالات سے کتنی دلچسپی تھی۔ یہی نہیں بلکہ مسند اقتدار پر فائز ہوتے ہی یزید نے جو پہلا خطبہ دیا تھا اُس کے مندرجہ ذیل الفاظ سے اس کی شخصیت اور اس کی ترجیحات خوب واضح ہو جاتی ہیں:

"بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ تم کو بحری جہاد کی مہم پر بھیجا کرتے تھے، مگر میں کسی مسلمان کو بحری مہم پر بھیجنے کا روادار نہیں۔ اور بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ تم کو روم میں موسم سرما میں جہاد پر روانہ کیا کرتے تھے مگر میں کسی کو سردیوں میں روم

میں جہاد کرنے کے لئے نہیں بھیجوں گا اور بے شک وہ تمہیں تمہارا وظیفہ سال میں تین قسطوں میں دیا کرتے تھے، میں تم کو اکٹھا دیا کروں گا''(52)۔

اور پھر یہ ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید نے اسلامی لشکر کو واپس بلا لیا اور حکم دیا کہ شہر منہدم کر دیا جائے (53) بلکہ علامہ بلاذری نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ:

''یزید بن معاویہ کو قبرص سے فوجیں واپس بلانے کے بدلے میں بہت بڑی رقم رشوت میں دی گئی تھی اور اس نے فوج واپس بلالی۔ اہل قبرص نے ان کا شہر مسمار کر دیا اور مسجدیں بھی گرادیں''(54)۔

یہ تھا جہادِ روم کے ساتھ یزید کی دلچسپی اور اس لشکر میں یزید کی شرکت کا حال۔ قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ عیش و آرام کے اس دل دادہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جبراً جہاد کے لیے بھیجا تھا جب کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے ...انّما الاعمال بالنّیّات (55)

تجزیہ و تنقیح کا تیسرا پہلو...... مغفور لّھم کا محمل

اگر چہ سابقہ تفصیل سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہو چکا ہے کہ یزید کی مغفرت کا محل محض ریت پر کھڑا کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاہم متعدد دلائل و حقائق کے باوجود کوئی یزید کی حمایت پر اُدھار کھائے بیٹھا ہے تو اُسے جان لینا چاہیے کہ مدینہ قیصر والی روایت کے الفاظ ''مغفور لّھم'' کی بشارت بھی یزید کے لیے چنداں مفید نہیں۔

کثیر التعداد علماءِ اسلام نے وضاحت کی ہے کہ کسی نیک کام پر مغفرت کی خوش خبری سے صرف وہی گناہ معاف ہوتے ہیں جو اُس نیک عمل سے پہلے سرزد ہوئے ہوں۔ اس کے بعد والے گناہوں پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔

جیسے حدیثِ پاک میں ہے کہ:

01- رسول کریم ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَدَخَلَ الْجَنَّةَ۔(56)

''جس نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا تو وہ جنت میں داخل ہو گیا''۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کلمہ اسلام پڑھنے کے بعد مرتد ہو جائے یعنی اسلام سے پھر جائے تو کیا وہ بھی اس خوش خبری کا حق دار ہو کر جنت میں داخل ہو جائے گا؟

اس کا آسان اور واضح جواب یہی ہے ناں کہ اس شخص نے اپنے ارتداد کی وجہ سے اپنے آپ کو اس خوش خبری کی اہلیت سے خارج کر لیا ہے۔ اسی طرح:

02- وضو، نماز، حج اور روزے پر مغفرت کی بشارت ہے۔

تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ وضو، نماز، روزہ اور حج ادا کر لینے والے شخص کو باقی تمام عمر جو چاہے کرنے کی کھلی چھٹی مل گئی ہے؟ اگر واقعی ایسا ہے تو آپ اگر حج اور نماز روزہ ادا نہیں بھی کر سکتے تو ایک مرتبہ وضو کر لیجیے اور پھر احکامِ شریعت کو لپیٹ کر ایک جانب رکھ دیجیے اور جو

جی میں آئے گل کھلاتے پھریے، آپ جنت کے پکے وارث تو ہو ہی چکے۔

اس سلسلے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

تمسك بعض الناس بهذ الحديث فى نجات يزيد لانه كان من جملة هذا الجيش الثانى بل كان رأسهم ورأيسهم على مايشهد به التواريخ والصحيح انه لايثبت بهذالحديث الا كونه مغفورله ماتقدم من ذنبه على هذه الغزوة لان الجهاد من الكفارات وشأن الكفارات ازالة الذنوب السّابقة عليها لاالواقعة بعدها لو كان مع هذا الكلام انه مغفورله الى يوم القيامة يدل على نجاته واذليس فليس بل امره مفوض الى الله تعالى فيما ارتكبه من القبائح بعد هذه الغزوة من قتل الحسين عليه السلام و تخريب المدينة والاصرار على شرب الخمران شاء عفاعنه وان شاء عذبه كما هو مسطرد فى حق سائر العصاة على ان الاحاديث الواردة فى شان من الستخف بالعترة الطارة والملحد فى الحرم والمبدل للسنة تبقى مخصصات لهذا العموم لو فرض شموله بجميع الذنوب)(57

”بعض لوگ مغفور لھم کے الفاظ کو دلیل بنا کر یزید کی نجات پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ وہ دوسرے لشکر کا سپہ سالار تھا لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس سے زیادہ اتنا ثابت ہوسکتا ہے کہ اس سے پہلے کے گناہ معاف ہو جائیں گے کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے۔ کفارات سے پہلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے نہ کہ بعد کے گناہوں کا بھی۔ ہاں البتہ اگر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یوں فرما دیتے کہ اس غزوہ میں شریک ہونے والا قیامت تک کے لیے بخشا ہوا ہے (جیسا کہ مختلف مواقع پر متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نام لے لے کر جنتی ارشاد فرمایا ہے) تو پھر واقعی اس سے استدلال ہو سکتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ الفاظ حدیث میں موجود نہیں ہیں۔ لہٰذا مذکورہ الفاظ سے یزید کی نجات بھی ثابت نہیں ہو سکتی نیز اس غزوہ کے بعد اس نے جن برائیوں کا ارتکاب کیا ہے مثلاً حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا قتل، مدینہ منورہ میں قتل وفساد اور شراب نوشی وغیرہ۔ تو پھر جیسا کہ تمام گناہ گاروں کے متعلق حکم ہے ایسے ہی اس کے متعلق کہیں گے کہ اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے جو چاہے کرے یعنی اگر چاہے تو معاف کر دے اور اگر چاہے تو اسے عذاب دے۔ اور اگر اس کی شمولیت ان تمام (کردہ) گناہوں میں مان کر فیصلہ کیا جائے تو پھر اس کے لیے وہ عموم بھی باقی نہیں رہتا بلکہ پھر اس کے لیے وہ حدیثیں عذاب کو ثابت کر دیں گی جن میں اہلبیت کرام کی توہین کرنے والوں، حرم محترم کی توہین کرنے والوں اور سنت مصطفوی کو تبدیل کرنے والوں کے لیے وعید مذکور ہے"۔

الغرض اس لشکر کے پہلا لشکر نہ ہونے کے باوجود یزید مغفرت کی بشارت کا حق دار ہے بھی تو اس کے مابعد سیاہ کرتوتوں نے اُسے اس بشارت کا اہل نہیں رہنے دیا۔

مغفوز لھم کے الفاظ کا مغفرت کی اہلیت کے ساتھ تعلق سمجھنے کے لیے علامہ بدرالدین عینی کی وضاحتی عبارت ملاحظہ ہو:

قلت لا یلزم من دخوله فی ذالك العموم ان لا یخرج بدلیل خاص اذ لا یختلف اهل العلم ان قوله مغفورٌ لهم مشروطٌ بان

يكونوا من اهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزاها بعد ذالك لم يدخل فی ذالك العموم)[58]۔

''میں کہتا ہوں کہ مغفرت کے عموم میں اس کے داخل ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ وہ کسی خاص دلیل سے اس عموم سے خارج نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مشروط ہے اس بات سے کہ وہ شخص مغفرت کا اہل ہو یہاں تک کہ اگر ان غازیوں میں سے کوئی شخص بعد میں مرتد ہو جاتا تو وہ اس عموم میں داخل نہ رہتا''۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ قسطلانی نے بھی یہی فرمایا ہے[59]۔

خلاصۃ الباب

01- حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا سے جن دو لشکروں کا ذکر فرمایا، اُن کے حوالے سے ایک روایت اُن کے سگے بھانجے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے ایک بخاری شریف ہی میں (تیرہ) 13 مختلف راویوں سے پانچ طرق سے بیان کیا گیا ہے اور بخاری کے علاوہ بھی یہ حدیثِ مبارکہ متعدد راویوں سے مختلف طرق سے منقول ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں مدینہ قیصر والی عبارت نہیں ہے۔

دوسری روایت حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا سے پانچ راویوں کی بیان کردہ ہے جسے بخاری شریف میں صرف ایک مقام پر نقل کیا گیا ہے اور اس میں مدینہ قیصر والی عبارت ہے۔

02- حضرت انس رضی اللہ عنہ والی حدیث مبارکہ میں بیان کردہ دونوں لشکروں کا تعلق سمندری جہاد سے ہے جبکہ عمیر بن اسود عنسی سمیت دیگر چار راویوں سے مروی حدیث پاک میں دوسرے سمندری لشکر کی جگہ مدینہ قیصر کی طرف جہاد کرنے والے لشکر کا ذکر ہے اور اس کے لیے بخشش کی خوش خبری بیان ہوئی ہے۔

03- مدینہ قیصر والی حدیث کے اکثر راوی بدعقیدہ اور تقدیر الٰہی کے منکر ہیں۔

04- اس حدیث کا راوی ثور بن یزید حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایسا شدید بغض و نفرت رکھتا تھا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کا ذکر سننا بھی گوارا نہیں کرتا تھا جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ شخص دیگر بہت سے شامیوں کی طرح اہل بیت کا دشمن اور بنو اُمیہ کی محبت میں غلو کا شکار تھا۔

واضح رہے کہ اس روایت کے دیگر تمام راویوں کا تعلق بھی شام سے تھا۔

05- پیش کردہ تجزیہ سے ثابت ہے کہ مدینہ قیصر کے جملے والی روایت مُدرج ہے یعنی اس میں مدینہ قیصر والے جملے کا اضافہ راوی/ راویوں کی طرف سے کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس حدیث

کے یہ الفاظ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایات کے مقابلے میں پایۂ ثبوت و قبولیت کو نہیں پہنچتے۔

06- چونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کثرتِ طرق کے باعث اس روایت سے زیادہ ثقہ اور مضبوط ہے اس لیے مدینہ قیصر والی روایت شاذ بلکہ راویوں کے خاص احوال کے سبب منکر قرار پاتی ہے اور دونوں روایات میں تطبیق و مطابقت کی صورت نہ ہونے کی وجہ سے اس روایت کا مدینہ قیصر والا جملہ قابلِ التفات نہیں رہتا۔

07- ایسی روایت سے کوئی عقیدہ یا حکم اخذ کرنا درست نہیں۔

08- مدینہ قیصر سے قسطنطنیہ کا معین شہر مراد لینے کا کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا۔

09- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ قیصر کے الفاظ ارشاد فرمائے بھی ہوں تو اس وقت قیصر کی قیام گاہ اس کا دارالسلطنت حمص تھا لہٰذا مغفرت کی خوش خبری کے حق دار پہلی مرتبہ حمص کا جہاد کرنے والے قرار پاتے ہیں اور تاریخ سے واضح ہے کہ حمص پر پہلی لشکر کشی حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں 15ھ میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں کی گئی تھی۔

10- اگر اس کے باوجود قیصر کے شہر سے قسطنطنیہ مراد لینے پر اصرار ہو تو قسطنطنیہ پر پہلا حملہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں 32ھ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ہوا۔ اس میں یزید کے شرکت کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس لیے کہ 32ھ میں اس کی زیادہ سے زیادہ عمر صرف 07 سال تھی۔

11- یزید نے 52ھ میں جس لشکر میں شرکت کی وہ قسطنطنیہ کی طرف بھیجا جانے والا پہلا لشکر نہیں تھا بلکہ 32ھ کے پہلے لشکر کے بعد اس 49/50/52ھ والے لشکر تک قسطنطنیہ کی طرف کئی لشکر روانہ کیے جا چکے تھے۔

12- 49/50ھ والے لشکر میں یزید کو اس کی رضامندی کے بغیر جبراً بھیجا گیا تھا اور قرآن وحدیث سے واضح ہے کہ حسنِ نیت کی بجائے جس کام کی بنیاد جبر و مجبوری پر ہو، اس پر کوئی اجر و

ثواب مرتب نہیں ہوتا چہ جائے کہ اس کی بنیاد پر کسی کو بخشا ہوا اور جنتی قرار دے دیا جائے۔

13- اگر اس روایت کی خوش خبری قسطنطنیہ فتح کرنے والے لشکر کے لیے تسلیم کی جائے تو پہلی مرتبہ قسطنطنیہ فتح کرنے کی سعادت 857ھ میں حضرت سلطان محمد ثانی کو حاصل ہوئی۔

14- مدینہ قیصر کا جہاد کرنے والے پہلے لشکر کے لیے مغفرت کی جو خوش خبری بیان کی گئی ہے، اس کا تعلق اہلِ لشکر کے اس جہاد سے پہلے کے گناہوں کی بخشش و مغفرت سے ہے جیسا کہ کئی دوسرے اعمال پر دی گئی بخشش و مغفرت کی خوش خبری کا مفہوم و مطلب مسلّم ہے۔

لہٰذا کوئی حقائق کا خون کر کے یزید کو ہر صورت میں اس خوش خبری کا حق دار قرار دینے پر بضد ہو تو بھی اس سے یزید کے اس جہاد میں شرکت سے پہلے کی گناہ کی مغفرت و معافی مراد ہو گی جب کہ اس کے بعد اس کے سیاہ کرتوت اس سے یہ اہلیت سلب کر لینے کے لیے بہت کافی ہیں۔

15- بعض احادیثِ مبارکہ میں جس قریبی دور کے حکمرانوں کی مذمت کی گئی ہے، علماءِ اسلام نے اس سے یزید کا سیاہ دورِ حکومت ہی مراد لیا ہے اور اس دور کے بارے میں حضور ﷺ کی طرف سے حاصل ہونے والے خاص علم کی بنا پر صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چلتے پھرتے اعلاناً اس دور سے پناہ مانگا کرتے تھے اور اس دور کے آغاز سے پہلے ہی موت کی دُعاء و تمنا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول فرمائی اور 59ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا جب کہ 60ھ میں یزید تخت نشین ہوا اور 61ھ میں واقعہ کربلا اور بعد ازاں واقعہ حرّہ پیش آیا۔

پس ثابت ہوا کہ یزید کو بخشا ہوا اور جنتی قرار دینے کے لیے ''حدیث قسطنطنیہ'' کا سہارا لینا درست نہیں۔

نوٹ: قارئین یہ حقیقت بھی ذہن نشین رکھیں کہ یزید کی ہلاکت کے بعد تقریباً چار سو سال

تک کسی نے اس روایت سے یزید کی مغفرت پر استدلال نہیں کیا۔ چار صدیاں گزرنے کے بعد پہلی مرتبہ یہ شوشہ اُس وقت سامنے آیا جب شارح بخاری مہلّب المتوفی 433ھ نے اس روایت سے یزید کی منقبت اَخذ کی۔

واضح رہے کہ مہلّب بنی اُمیّہ کے آخری حکمران، ہشام بن محمد المعتمد علی اللہ کے زیر سایہ قاضی کے عہدے پر فائز تھا اور حضرت امام قسطلانی نے بنی اُمیّہ کی محبت وحمیت اور عصبیت کو اس کارگزاری کا سبب قرار دیا ہے۔ (60)

علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدرالدّین عینی اور دیگر نامور محدّثین نے قاضی مہلّب کی مدحِ یزید کو رد کرتے ہوئے واضح فرمایا ہے کہ یزید اپنے برے کردار اور ''کارناموں'' کی وجہ سے ہرگز اس مغفرت کی بشارت کا مصداق وحق دار نہیں۔

حوالہ جات باب نمبر 01

-01 بخاری کتاب الجہاد باب الدعاء بالجہاد للرّجال و النّساء ج1 ص 391
-02 (i) بخاری ج 01 ص 392 (ii) مسلم ج 02 ص 142
-03 بخاری کتاب الجہاد ج 01 ص 403
-04 بخاری کتاب الجہاد ج 01 ص 405
-05 بخاری کتاب التعبیر ج 02 ص 1029
-06 فتح الباری ج 11 ص 63
-07 (i) کامل ابن اثیر ج 02 ص 469،470 (ii) البدایہ والنہایہ ج 07 ص 290، 291
-08 کامل ج 02 ص 511
-09 (i) طبری ج 2 ص 718 (ii) کامل ج 2 ص 503
(iii) البدایہ ج 07 ص 299
-10 (i) بخاری کتاب الجہاد باب ماقیل فی قتالِ الرّوم ج 01 ص 410
(ii) عمدۃ القاری ج 14 ص 276 (iii) البدایہ والنہایہ ج 8 ص 31
-11 (i) تہذیب التہذیب ج 01 ص 220 حدیث 410
-12 (i) میزان الاعتدال ج 01 ص 329 (ii) تہذیب التہذیب ج 01 ص 220
-13 (i) تہذیب التہذیب ج 11 ص 200 ح 339
(ii) تقریب التہذیب ج 02 ص 300 (iii) میزان الاعتدال ج 7 ص 169
(iv) مقدمہ فتح الباری جز ثانی ص 171
-14 (i) تہذیب التہذیب ج 02 ص 34 (ii) میزان الاعتدال ج 02 ص 97
-15 تہذیب الکمال ج 03 ص 279
-16 (i) کتاب الجرح و التعدیل ج 01 ص 468 (ii) تہذیب التہذیب ج 02 ص 34
-17 میزان الاعتدال ج 02 ص 97
-18 تہذیب لتہذیب ج 02 ص 34
-19 (i) تہذیب الکمال ج 03 ص 279 (ii) تہذیب التہذیب ج 02 ص 33،34
-20 میزان الاعتدال ج 02 ص 97
-21 تہذیب الکمال ج 03 ص 279
-22 تقریب التہذیب ج 01 ص 263
-23 البدایہ ج 06 ص 332
-24 (i) فتح الباری ج 06 ص 78 (ii) ارشاد الساری ج 05 ص 104
-25 (i) ترمذی باب ماجاء فی القدریہ ج 02 ص 37
(ii) اردو ترجمہ ازالۃ الخفاء ص 253

-26 (i) سنن ابوداؤد باب فی القدر ج02 ص396 (ii) خصائص کبری ج02 ص324
(iii) مشکوٰۃ ص14 (iv) ازالۃ الخفاء مترجم ص253 (v) حیاۃ الصحابہ ج03 ص 38
-27 سنن ابوداؤد باب فی القدر ج02 ص396
-28 (i) تہذیب الکمال ج03 ص276 (ii) تہذیب التہذیب ج2 ص33 رقم 57
-29 (i) مسند احمد (ii) مستدرک حاکم ج03 ص335
(iii) الجامع الصغیر جز02 ص158 (iv) مجمع الزوائد ج09 ص139
-30 (i) مسلم کتاب الایمان باب الدلیل علی حب الانصار ج01 ص60
(ii) مسند احمد ج01 ص128 (iii) ترمذی ابواب المناقب باب مناقب علی ج02 ص215
-31 ترمذی ابواب المناقب باب مناقب علی ج02 ص213
-32 ارشاد الساری شرح بخاری ج5 ص104
-33 نزہتہ النظر شرح نخبۃ الفکر عسقلانی ص102
-34 فتح الباری ج11 ص62
-35 فتح الباری ج6 ص78
-36 البدایہ ج7 ص153
-37 (i) طبری ج2 ص718 (ii) کامل ج2 ص503
(iii) البدایہ ج07 ص299
-38 البدایہ ج08 ص320
-39 (i) تاریخ طبری ج3 ص192 (ii) کامل ج03 ص19
(iii) البدایہ ج08 ص12
-40 (i) تاریخ طبری ج03 ص197 (ii) کامل ج03 ص26
(iii) البدایہ ج08 ص13
-41 (i) تاریخ طبری ج03 ص215 (ii) کامل ج03 ص38
(iii) البدایہ ج08 ص19
-42 (i) طبری ج03 ص223 (ii) کامل ج03 ص51
(iii) البدایہ ج08 ص26
-43 (i) تاریخ طبری ج03 ص223 (ii) کامل ج03 ص51
(iii) البدایہ ج08 ص27
-44 (i) تاریخ طبری ج03 ص224 (ii) کامل ج03 ص53
(iii) البدایہ ج08 ص28
-45 (i) تاریخ طبری ج03 ص225 (ii) کامل ج03 ص53
(iii) البدایہ ج08 ص31
-46 (i) کامل ج03 ص56 (iii) البدایہ ج08 ص54

-47 (i) کامل ابن اثیر ج03 ص56 (ii) تاریخ یعقوبی ج02 ص229
-48 (i) مسند احمد ج3 ص210 (ii) مستدرک حاکم ج05 ص338
-49 سیرۃ النبی شبلی ج03 ص385
-50 کامل ج03 ص56، 57
-51 کامل ج03 ص57
-52 البدایہ ج08 ص208
-53 فتوح البلدان، بلاذری اردو ترجمہ حصہ اول ص228
-54 فتوح البلدان، بلاذری اردو ترجمہ حصہ اول ص228
-55 بخاری کتاب الوحی باب کیف کان بدء الوحی
-56 بخاری ابو اب التہجد باب صلوٰۃ النوافل جماعۃ
-57 شرح تراجم ابواب بخاری ص32
-58 عمدۃ القاری ج14 ص278
-59 (i) فتح الباری ج06 ص78 (ii) ارشاد الساری ج05 ص 104
-60 ارشاد الساری ج05 ص105

دوسرا باب

یزید کے افکار ونظریات

اور

''کارنامے''

یزید کے افکار ونظریات اور ''کارنامے''

یزید بے دید احادیث مبارکہ کی روشنی میں

01- حضور ﷺ کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ فرماتے ہوئے سنا:

ہلکۃ امتی علی یدی غلمۃ من قریش

''میری اُمت کی ہلاکت قریش کے چند لونڈوں کے ہاتھوں ہوگی''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لوشئت ان اقول فلان وبنی فلان فعلت(01)

''اگر میں بتانا چاہوں کہ فلاں اور فلاں کے لڑکے ہوں گے تو میں ایسا کر سکتا ہوں''۔

02- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انّ فساد اُمّتی علی یدی غلمۃ سفہاء من قریش(02)

''میری اُمت کا فساد قریش کے بعض بے وقوف (ناپختہ) لڑکوں کے ہاتھوں پر ہوگا''۔

03- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

اوّل من یّغیّر سنّتی رجلٌ من بنی اُمیّہ(03)

''سب سے پہلے میری سنت کو تبدیل کرنے والا شخص بنی امیہ میں سے ہوگا''۔

04- حضور ﷺ کن تین قبیلوں کو ناپسند کرتے تھے؟

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مات النّبی ﷺ وھو یکرہ ثلاثة احیأ ثقیف و بنی حنیفة و بنی اُمیّہ(04)

"نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا اس حال میں کہ آپ ثقیف، بنی حنیفہ اور بنی اُمیہ کو ناپسند کرتے تھے"۔

05- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث حسن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یکون خلفٌ من بعد ستّین سنةً اضاعوا الصّلٰوة واتّبعوا الشّھوات فسوف یلقون غیًّا(05)

"وہ ناخلف ساٹھ ہجری کے بعد ہوں گے جو نمازیں ضائع کریں گے اور شہوات کی پیروی کریں گے تو عنقریب غیّ میں ڈالے جائیں گے"۔

وروی زبیر بن بکار عن عبد الرحمٰن بن سعید بن زید بن عمرو بن نفیل انه قال فی یزید بن معاویه: لست منا ولیس خالك منا یا مضیع الصّلٰوة للشھوات(06)

"حضرت زبیر بن بکار حضرت عبد الرحمان سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے یزید بن معاویہ کے بارے میں کہا: تو بھی ہم سے نہیں ہے اور تیرا خالو بھی ہم سے نہیں۔ اے شہوات کی خاطر نمازوں کو ضائع کرنے والے!"۔

نوٹ: البدایہ میں ہے: وکان فیه ایضاً اقبال علی الشّھوات وترك بعض الصّلوات فی بعض الاوقات(07)

"یزید میں شہوات میں مبتلا ہونا اور بعض اوقات نمازیں ترک کرنا پایا جاتا تھا"۔

06- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تعوّذوا باللہ من سنة ستّین ومن امارة الصّبیان(08)

"ساٹھ ہجری کے سال اور لڑکوں کی امارت وحکومت سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو"۔

07- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی دعا:

ان ابا هريرة كان يمشي في السّوق و يقول اللّهمّ لا تدركني سنة ستّين ولا امارة الصّبيان (09)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں چلتے ہوئے کہتے تھے: اے اللہ! مجھے 60ھ کا زمانہ نہ آنے پائے اور نہ ہی لونڈوں کی حکومت کا"۔

یزید اُن میں سے پہلا لونڈا ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وفي هذا اشارة الى ان اوّل الا غيلمة كان في سنة ستّين وهو كذالك فان يزيد بن معاوية استخلف فيها وبقي الى سنة اربع وستّين فمات (10)

"اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان لونڈوں میں سب سے پہلا لونڈا 60ھ میں برسراقتدار آیا جو بالکل واقع کے مطابق ہے کیونکہ یزید بن معاویہ 60ھ میں بادشاہ بنا اور پھر 64ھ تک زندہ رہ کر مر گیا"۔

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال المظهر لعلّه اريد بهم الّذين كانوا بعد الخلفاء الرّاشدين يزيد وعبد الملك بن مروان وغيرهما (11)

"مظہر نے فرمایا: کہ شاید ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو خلفاء راشدین

(رضی اللہ عنہم) کے بعد آئے جیسے یزید، عبدالملک بن مروان اور ان کے علاوہ''۔

اُمت کو تباہ کرنے والے دیگر لونڈے:

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: فانّ یزید کان غالبًا ینتزع الشّیوخ من امارۃ البلدان الکبار ویولّیھا الأصاغر من اقاربہ[12]

''اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یزید اکثر بڑے بڑے شہروں کی امارت سے بڑی عمر کے لوگوں کو ہٹا کر ان کی جگہ اپنے کم عمر رشتہ داروں میں سے والی بنا دیا کرتا تھا''۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

گمراہی کی طرف بلانے والا شام میں یزید تھا اور عراق میں مختار ثقفی تھا اور ایسے ہی ان کی مثل دوسرے[13]۔

حضور ﷺ کی زبان سے ظالم کہلانے والا پہلا بدنصیب کون ہے؟

08- ''فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت عثمان بن ابی طلحہ کو بیت اللہ کی چابی واپس دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: خُذُھَا خَالِدَۃً تَالِدَۃً لَا یَنْزَعُھَا یَاآبِیْ طَلْحَۃَ مِنْکُمْ اِلَّا ظَالِمٌ... کہ یہ ہمیشہ کے لیے لے لو، یہ تمہارے ہی خاندان میں رہے گی اور اسے کوئی نہیں چھینے گا سوائے ظالم کے''۔ اور یزید ہی وہ شخص ہے جس نے یہ چابی اُن سے چھینی۔ اس کے سوا کسی اور کو حضور ﷺ کی زبان پر ظالم کہلوانے کی جرأت نہیں ہوئی[14],[15]۔

یزید اہلِ بیتِ رسول کا دشمن ہے

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت وقرابت کا مقام ومرتبہ قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ سے شغف رکھنے والوں پر بالکل ظاہر اور واضح ہے۔ اہل بیت کے بارے میں یزید کا رویہ جاننے سے پہلی بلا تفصیل وتشریح چند قرآنی آیاتِ مبارکہ اور احادیثِ مبارکہ ملاحظہ ہوں:

آیات مبارکہ:

01- ... اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا★ {احزاب:33}

''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے''

نوٹ: آیات واحادیث مبارکہ کے مجموعی مطالعہ سے ثابت ہے کہ اہلِ بیتِ رسول میں ازواج مطہرات اور فاطمہ وعلی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہم سب شامل ہیں۔

02- قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی {شوریٰ:23}

''(اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم!) تم فرماؤ کہ میں اس پر تم سے کچھ اُجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت (تم پر لازم ہے)''

نوٹ: اگرچہ اہلِ قرابت سے متعدد مرادیں بیان کی گئی ہیں تاہم بخاری شریف کی حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ[16] کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آلِ پاک بھی مراد ہیں جن کے اوّل مصداق حضرت علی وفاطمہ اور حسنین کریمین (رضی اللہ عنہم) ہیں۔

احادیثِ مبارکہ

-01 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ ص قَالَ نَظَرَ النَّبِیُّ ﷺ اِلٰی عَلِیٍّ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ وَفَاطِمَۃَ فَقَالَ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَکُمْ سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَکُمْ (17)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھا تو فرمایا: جو تم سے لڑے، میں ان سے لڑنے والا ہوں اور جو تم سے صلح کرے، میں ان سے صلح کرنے والا ہوں''۔

-03 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ ص قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ اَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمَا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ (18)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے (درحقیقت) مجھ سے بغض رکھا''۔

-04 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: هُمَا رَیْحَانَتَایَ مِنَ الدُّنْیَا (19) ''یہ میرے دنیا کے دو پھول ہیں''۔

-05 عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ ص قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَمْتَصُّ لُعَابَ الْحُسَیْنِ کَمَا یَمْتَصُّ الرَّجُلُ التَّمْرَۃَ (20)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لعاب دہن کو چوستے ہوئے دیکھا جس طرح آدمی کھجور چوستا ہے''

جب قرآنی آیات اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ کے ذریعے اہلِ بیت وقرابت اور ان میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ بالکل واضح ہے۔

تو اب ملاحظہ فرمایئے کہ یزید نے خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

قتلِ حسین اور یزید

01- جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد یزید تخت نشین ہوا تو اُس نے گورنر مدینہ ولید بن عتبہ کو ایک خط روانہ کیا جس میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر دیتے ہوئے اپنے لیے بیعت لینے کو کہا۔ اُس نے اپنے خط میں کس کے بارے میں کیا لکھا، درج ذیل عبارت کے الفاظ سے بخوبی واضح ہے کہ مطلق العنان آمرانہ مزاج کے حامل یزید کی مرضی ومنشا کیا تھی اور وہ محبوب خدا، حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کو کیسا پامال کرنے والا تھا؟

فخذ حسینا و عبد اللہ بن زبیر وعبداللہ بن عمر بالبیعة اخذًا شدیدًا لیست فیہ رخصة حتّٰی یبایعوا (21)

''حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہم) پر میری بیعت کے لیے سختی کرو۔ اس میں کوئی نرمی نہ ہو یہاں تک کہ وہ بیعت کر لیں''

اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ ملاحظہ ہوں:

إِذَا أَتَاكَ كِتَابِي هٰذَا فَأَحْضِرِ الْحُسَيْنَ ابْنَ عَلِيٍّ وَعَبْدَ اللهِ ابْنَ زُبَيْرٍ فَخُذْهُمَا بِالْبَيْعَةِ لِيْ فَإِذَا امْتَنَعَا فَاضْرِبْ أَعْنَاقَهُمَا وَابْعَثْ لِيْ بِرُؤُوْسِهِمَا (22)

''جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) کو اپنے پاس بلاؤ اور ان سے میری بیعت لو اور اگر وہ بیعت سے انکار کر دیں تو ان کی گردنیں اُڑا دو اور ان کے سر میرے پاس بھیج دو''

اور جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت پر آمادہ نہ ہوئے تو مروان بن حکم نے ولید کو حضرت امام کی گردن اُڑانے کا مشورہ دیا مگر ولید نے آپ کو یوں بغیر بیعت جانے دیا

تو یزید نے اُس کے نرم رویے کے باعث (لتفریطه) اُسے معزول کر کے عمرو بن سعید اشدق کو گورنر مدینہ مقرر کر دیا[23]۔ جسے ابن قیم نے لطیم الشیطان کہا ہے۔[24]

اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے: و کان متو اھًا متکبر اً[25]...... ''یہ اپنے آپ کو خدا کی جگہ سمجھنے والا بڑا مغرور تھا''۔ اسی طرح طبری اور کامل ابن اثیر میں ہے: **وکان عظیم الکبر...** ''وہ تکبر میں بہت بڑھا ہوا تھا''[26، 27]۔

حضور ﷺ کی ناراضگی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

لیرعُفنّ علی منبری جبّار من جبابرة بنی امیّه حتی یسیل رُعافه قال: فاخبرنی من رأی عمرو بن سعید بن سعید بن العاص رعف علی منبر رسول الله ﷺ حتی سال رعافه[28]

''یقیناً بنی اُمیّہ کے ظالموں میں سے ایک ظالم کی میرے منبر پر اس طرح نکسیر پھوٹے گی کہ بہنے لگ جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر مجھ سے اس شخص نے بیان کیا جس نے عمرو بن سعید بن العاص کو اس حال میں دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے منبر پر اس کی نکسیر اتنی پھوٹی کہ منبر پر بہنے لگی''۔

کیا ان عبارات کو پڑھنے کے بعد بھی یزید کے خیالات اور عزائم کی سختی کا اندازہ کرنا مشکل ہے؟

کاش یزید کے یہ الفاظ پڑھ کر وہ لوگ ہوش کے ناخن لیں جو اس خط کے چند ہی ماہ بعد برپا ہونے والے تاریخ کے بہت بڑے سانحے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل سے یزید عنید کو بے قصور قرار دیتے اور کہتے ہیں کہ وہ آپ کے قتل سے بالکل راضی نہ تھا۔

دیانت وانصاف سے کام لینے والوں کا دلائل وحقائق پر مبنی یہی نقطہ نظر ہے کہ اگرچہ یزید نے خود تو حضرت امام حسین اور آپ کے رفقاء رضی اللہ عنہم کے خلاف نہ تلوار چلائی، نہ تیر پھینکا اور نہ نیزہ مارا تاہم حضرت امام حسین اور آپ کے رفقاء رضی اللہ عنہم کے ساتھ روا رکھے جانے والے ظلم وستم کا یزید بھی اتنا ہی ذمہ دار تھا جتنا آپ پر تیر برسانے والے، تلوار چلانے والے ظالم ذمہ دار تھے۔

02- جب سفیرِ حسین جناب امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف فرما تھے اور کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر اپنے مشیروں کے مشورہ کے باوجود حضرت امام مسلم کو قتل کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوا تو اُسے معزول کر کے عبید اللہ بن زیاد جیسے سخت گیر اور بغضِ اہلِ بیت سے لبریز شخص کو کس نے کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا؟ اور اس کو کیا ذمہ داری سونپی تھی؟ حامیانِ یزید تو کیا بتائیں گے، درج ذیل عبارت پڑھیے اور خود جان لیجیے:

ثم کتب یزید الی ابن زیاد: اذا قدمت الکوفۃ فاطلب مسلم بن عقیل فان قدرت علیہ فاقتلہ او انفہ(29)

"پھر یزید نے ابن زیاد کو لکھا کہ جب تو کوفہ پہنچے تو مسلم بن عقیل کو طلب کر اور تو اس پر غلبہ پالے تو اسے قتل کر دینا یا اس کی ناک کاٹ دینا"۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حوالے سے خود ابن زیاد کا درج ذیل بیان آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے:

واما قتل الحسین فانہ اشار الیّ یزید بقتلہ او قتلی فاخترت قتلہٗ(30)

"یزید نے مجھے یہ اشارہ کر دیا تھا کہ یا تو حسین کا قتل یا میرا (ابن زیاد کا) تو میں نے اس کا قتل کرنا چن لیا"

03- حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر یزید کے دربار میں پیش کیا گیا تو اس کا سلوک ملاحظہ ہو:

وَهُوَ يَنْكُتُ بِهٖ ثِغْرَهٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّ هٰذَا وَاِيَّانَا كَمَا قَالَ الْحُصَيْنُ

ابْنُ الْحُمَّامِ:

اَبٰی قَوْمُنَا اَنْ یُّنصِفُوْنَا فَاَنْصَفَتْ قَوَاضِبُ فِیْ اَیْمَانِنَا تَقْطُرُ الدِّمَاءَ
یُفَلِّقْنَ هَامًا مِنْ رِجَالٍ اَعِزَّةٍ عَلَیْنَا وَهُمْ کَانُوْا اَعَقَّ وَاَظْلَمَا
فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بُرْزَةَ الْاَسْلَمِیِّ اَتَنْکُتُ بِقَضِیْبِکَ فِیْ ثَغْرِ
الْحُسَیْنِ اَمَا لَقَدْ اَخَذَ قَضِیْبُکَ فِیْ ثَغْرِهٖ مَاخِذًا الرُبَمَا رَاَیْتُ
رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یَرْشُفُهٗ اَمَا اَنَّکَ یَا یَزِیْدُ تَجِیْئُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ
وَابْنُ زِیَادٍ شَفِیْعُکَ وَیَجِیْئُ هٰذَا فَمُحَمَّدٌ شَفِیْعُهٗ(31)

''وہ چھڑی سے امام حسین ﷺ کے ہونٹوں کو ٹھوکے دینے لگا (مارنے لگا) اور کہنے لگا کہ ہماری اور ان کی مثال حصین بن حمام کے ان اشعار کی مصداق ہے: ہماری قوم نے ہمارے ساتھ انصاف کرنے سے انکار کر دیا پس ان تلواروں نے انصاف کیا۔ ان سے خون ٹپکتا تھا اور جو ہمارے دائیں ہاتھوں میں تھیں۔ انہوں نے ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں پھاڑیں جو ہم پر غالب تھے حالانکہ وہی حق فراموش کرنے والے ظالم تھے۔

حضرت ابو برزہ اسلمی ﷺ نے یہ دیکھا تو فرمانے لگے: کیا تو اپنی چھڑی حضرت حسین ﷺ کے ہونٹوں پر مارتا ہے؟ (اس بدتمیزی سے باز آ اور) اپنی چھڑی ہٹا لے۔ میں نے کئی مرتبہ نبی مکرم ﷺ کو ان ہونٹوں کو بوسے دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ اے یزید! قیامت کے دن تو آئے گا تو تیرا شفیع ابن زیاد ہوگا اور حسین ﷺ آئیں گے تو ان کے شفیع حضرت محمد مصطفی ﷺ ہوں گے''۔

04- فقال یزید لعلی یا علی، ابوك الذی قطع رحمی، وجهل حقی، و نازعنی سلطانی، فصنع الله به ما قد رأیت! قال: فقال

علی: (ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الّا فی کتاب من قبل ان نبرأها) [الحدید: 22] فقال یزید لا بنه خالد: اردد علیه. قال: فما دری خالد ما یرد علیه. فقال یزید قل: (وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر) [الشوری:30]

''یزید نے امام زین العابدین ﷺ سے کہا: تمہارے باپ نے مجھ سے قرابت کو قطع کیا، میرے حق کو نہ جانا اور میری سلطنت کو مجھ سے چھیننا چاہا، دیکھو اللہ تعالیٰ نے اس سے کیا سلوک کیا تو حضرت زین العابدین ﷺ نے جواب میں یہ آیت کریمہ پڑھی...... ما اصاب من مصیبة فی الارض ولا فی انفسکم الّا فی کتاب من قبل ان نبر اھا (الحدید: 22) ''جو کوئی بھی مصیبت روئے زمین پر اور خود تم پر نازل ہوتی ہے وہ اس کتاب میں لکھی ہوئی ہوتی ہے جو پیدائشِ عالم سے پہلے ہم نے لکھ رکھا ہے''۔

یزید نے اپنے بیٹے خالد کو اس کا جواب دینے کو کہا لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو یزید نے کہا: تم کہو...... وَمَا اَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَةٍ فِبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْر (الشوریٰ:30) جو مصیبت بھی تمہیں پہنچی ہے وہ تمہارے ہی اعمال کا نتیجہ ہے اور بہت سی خطائیں اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے''۔ (32)

05- عن فاطمه بنت علی، قالت: لما اجلسنا بین یدی یزید بن معاویة رق لنا، وامر لنا بشیء، و الطفنا، قالت: ثم ان رجلاً من اهل الشام احمر قام الی یزید فقال: یا امیر

المومنين، هب لي هذه. يعنيني، و كنت جارية وضيئة. فارعدت و فرقت، و ظننت ان ذلك جائز لهم، و اخذت بثياب اختي زينب، قالت: و كانت اختي زينب اكبر مني و اعقل، و كانت تعلم ان ذلك لا يكون، فقالت: كذبت والله و لؤمت! ما ذلك لك وله. فغضب يزيد، فقال: كذبت والله و ان ذلك لي، و لو شئت ان افعله لفعلت، قالت: كلا والله، ما جعل الله ذلك لك الّا ان تخرج من ملتنا، و تدين بغير ديننا، قالت: فغضب يزيد واستطار، ثم قال: اياي تستقبلين بهذا! انما خرج من الدين ابوك و اخوك. فقالت زينب: بدين الله ودين اخي و جدي اهتديت انت و ابوك وجدك، قال: كذبت يا عدوة الله. قالت: انت امير مسلط، تشتم ظالماً، و تقهر بسلطانك، قالت: فو الله لكأنه استحياء فسكت.)(33)

"حضرت فاطمہ بنت علی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب ہمیں یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے ہمارے ساتھ نرمی کی اور ہمیں کچھ دینے کا حکم دیا۔ اسی دوران اہلِ شام میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور یزید سے کہنے لگا: اے امیرالمومنین! یہ لڑکی مجھے دے دو۔ اس نے اس بات سے مجھے حاصل کرنے کا ارادہ کیا۔ میں اس زمانے میں کم سن تھی، میں کانپنے لگ گئی۔ میں نے اپنی بڑی بہن زینب (رضی اللہ عنہا) کے کپڑے پکڑ لیے۔ تو حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) نے کہا: تو نے جھوٹ کہا، قسم بخدا تو نے برا کیا۔ یہ بات نہ تیرے لیے ممکن ہے نہ یزید کے لیے۔ یہ سن کر یزید غصے میں آ گیا اور کہنے لگا: تو نے جھوٹ کہا۔ خدا کی قسم، اگر میں چاہوں تو یہ کر سکتا ہوں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: واللہ ہرگز نہیں تو ایسا نہیں کر سکتا مگر

یہ کہ تو ہماری ملت سے نکل جائے اور ہمارے دین کے سوا کوئی اور دین اختیار کرلے۔

یہ سن کر یزید غصے سے باؤلا ہو کر کہنے لگا: اس بات سے تم میرا مقابلہ کرتی ہو، دین سے تو تیرا باپ اور بھائی نکلے ہیں۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اللہ کے دشمن! میرے باپ، بھائی اور نانا کے دین سے تُو نے، تیرے باپ نے اور تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔

یزید کہنے لگا: اے اللہ کی دشمن! تو جھوٹ کہتی ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا: تو امیر مسلّط ہو چکا ہے تو ظلم سے گالیاں دیتا ہے اور اپنی سلطنت میں ظلم وستم کرتا ہے۔

یہ سن کر یزید شرمندہ ہوا اور خاموش ہو گیا"۔

نوٹ: یزید کا یہ کہنا: "دین سے تو تیرا باپ (حضرت علی ﷺ) اور تیرا بھائی (حضرت امام حسین ﷺ) ہی نکلے ہیں"۔ حضرت امام حسین کے علاوہ حضرت علی ﷺ کو دین سے خارج قرار دینا ہے جو حضرت علی ﷺ سے اس کے دلی بغض کی علامت ہے اور احادیث مبارکہ میں حضرت علی ﷺ سے بغض رکھنے والوں کو منافق قرار دیا گیا ہے۔ اس سے یزید کے اسلام کی اصلیت وحقیقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

06- و کان یزید لا یتغدی و لا یتعشی الّا دعا علی بن الحسین الیه، قال: فدعاه ذات یوم، و دعا عمر بن الحسن بن علی وھو غلام صغیر، فقال لعمر بن الحسن: اتقاتل ھذا الفتی؟ یعنی خالداً ابنه، قال: لا و لکن اعطنی سکیناً و اعطه سکیناً ثما اقاتله، فقال له یزید، و اخذه فضمه الیه ثم

قال: "شنشنة اعرفها من اخزم" هل تلد الحية الا حية!

''یزید روزانہ صبح و شام کے کھانے میں حضرت امام زین العابدین ؓ کو اپنے ساتھ شریک کرلیا کرتا تھا۔ ایک دن حضرت حسن ؓ کے کمسن بچے عمرو کو بھی اپنے ساتھ کھانے پر بلالیا اور اپنے بیٹے خالد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مذاقاً حضرت عمرو بن حسن ؓ سے کہنے لگا: کیا تم اس سے لڑو گے؟ تو عمرو فرمانے لگے: یوں نہیں لڑتا، ایک چھری میرے ہاتھ میں دو اور ایک خالد کے ہاتھ میں، پھر لڑوں گا۔ یزید نے یہ سن کر ابن حسن ؓ کو سینے سے لگالیا اور کہنے لگا:

هل تلد الحيّة الّا الحيّة(34) ''سانپ کا بچہ سانپ ہی کو جنم دیتا ہے''۔

یزید کے الفاظ کیا ہیں اُس بغض کی لفظی تصویر ہے جو اہلِ بیت کے خلاف یزید کے دل میں گھر کیے ہوئے تھا یا یوں کہیے کہ اُس دشمنی اور بغض کی آگ کے شعلے ہیں جو اہلِ بیت کے خلاف اس کے سینے میں بھڑک رہی تھی۔ یارانِ یزید بھی کتنے پتھر دل ہیں کہ اس ظالمانہ و سنگ دلانہ طرزِ عمل کے باوجود اُس کی حمایت و وفاداری پر کمر بستہ ہیں اور کیسے نہ ہوں جب کہ اہلِ بیتِ رسول کا بغض وہاں بھی کارفرما تھا اور یہاں بھی کارفرما ہے۔ یزید کے دلی غیظ و بغض کا بے ساختہ اظہار کرتے ہوئے کتبِ تاریخ کے یہ جملے ان کے جنون کا خمار نہیں اُتار سکے۔

بلکہ اس موقع پر یزید کے فخر و مباہات پر مبنی فاتحانہ اشعار بھی کتب تاریخ میں منقول ہیں(35)۔ یہ وہی اشعار ہیں جن کے ثبوت کی صورت میں متعدد علماءِ اسلام نے یزید کو کافر قرار دیا ہے۔

حامیانِ یزید کی ایک شاطرانہ چال اور اس کا جواب:

اہلِ بیت کے مقابلے میں یزید کی محبت کے نشے میں چور لوگوں نے ان سب باتوں سے آنکھیں بند کر کے یزید کی اس پشیمانی کا ڈھول پیٹنا شروع کر دیا جس کا اظہار اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس آنے پر کیا تھا۔

پہلے تو آپ پڑھیے یزید کے جملے اور پھر جانیے اصل حقیقت:

اما واللہ لو انّی صاحبك ما قتلتك)[36] ''(اے حسین!) اگر میں تیرے ساتھ ہوتا تو تجھے قتل نہ کرتا''۔

فدمعت عینا یزید و قال: واللہ لو انّی صاحبہ لعفوت عنہ)[37]

''یزید کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے اور اس نے کہا: اللہ کی قسم، اگر میں ان کے ساتھ ہوتا تو میں ان سے درگزر کرتا''۔

یہ اور اس قسم کے دیگر چند جملے بیان کر کے یزیدی اپنے ممدوح و مخدوم یزید کو حضرت امام حسین کے قتل پر بہت پشیمان اور ناراض بتاتے ہیں۔ تجربہ کار اور جہاں دیدہ احباب بخوبی جانتے ہیں کہ بہت سے لوگ جب اپنا مقصد حاصل کر لیتے ہیں تو اپنے آپ کو بے قصور ثابت کرنے کے لیے ٹسوے بہانے اور بین کرنے لگ جاتے ہیں مگر کیا عدل و انصاف کے ایوان اور مظلوم و مقتول کے ورثاء ان آنسوؤں اور جملوں سے متاثر و مطمئن ہو جاتے ہیں؟ نہیں بالکل نہیں۔ واضح شواہد کے ہوتے ہوئے ایسی فریب کاریوں کی کیا اہمیت ہے؟ معتبر علماء اسلام کا یہی موقف ہے کہ اولاً اور اصلاً یزید نواسہ رسول اور دیگر اہلِ بیت کے قتل پر راضی تھا۔

ملاحظہ فرمائیے حافظ ابن کثیر کی یہ عبارت:

ان یزید فرح بقتل الحسین اوّل ما بلغه ثم ندم علی ذالك فقال ابو عبیدہ معمر بن المثنی: ان یونس بن حبیب الجرمی حدثه قال: لما قتل ابن زیاد الحسین ومن معه بعث برؤسهم الی یزید فسرّ بقتلهم اوّلاً وحسنت بذالك منزلة ابن زیاد عنده ثم لم یلبث الّا قلیلاً حتّٰی ندم...(38)

"یزید پہلے تو حضرت حسین کے قتل کی خبر سے خوش ہوا۔ پھر اس پر شرمندہ ہوا۔ ابو عبید معمر بن مثنی نے یونس بن حبیب جرمی کے حوالے سے کہا کہ جب ابن زیاد نے حضرت حسین اور آپ کے ساتھیوں کو قتل کر دیا تو ان کے سر یزید کی طرف بھیج دیے تو یزید پہلے تو ان کے قتل پر خوش ہوا اور اس "کارنامے" کی وجہ سے اس کے ہاں ابن زیاد کی قدر و منزلت بہت بڑھ گئی (مگر) یہ کیفیت تھوڑی ہی دیر برقرار رہی۔ یہاں تک کہ وہ شرم سار ہو گیا"۔

کامل ابن اثیر کی عبارت بھی ملاحظہ ہو:

وقیل لما وصل رأس الحسین الی یزید حسنت حال ابن زیاد عنده و ازاده ووصله وسرّه ما فعل ثم لم یلبث الّا یسیراً حتّٰی بلغه بغض النّاس له ولعنهم وسبّهم فندم علی قتل الحسین...(39)

"یہ بھی کہا گیا کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ اقدس یزید کے پاس پہنچا تو اس کے ہاں ابنِ زیاد کا مقام بہت بڑھ گیا اور وہ اس کا خاص مقرب بن گیا اور یزید اس کے "کارنامے" سے خوش ہوا۔ پھر یہ خوشی زیادہ وقت برقرار نہ رہ سکی

یہاں تک کہ اسے خبر ملی لوگوں کی طرف سے اس سے ناراضگی اوران کے لعنت بھیجنے اور برا بھلا کہنے کی۔ تو پھر وہ حضرت حسین ؓ کے قتل پر شرم سار ہوا"۔

ایک بنیادی سوال:

ان تمام حقائق کے باوجود جو لوگ یزید کی حمایت پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں، کیا وہ بتانا پسند کریں گے کہ یزید نے ابن زیاد سمیت واقعہ کربلا اور قتلِ حسین کے ذمہ دار مجرموں کے خلاف کیا کارروائی کی؟

حافظ ابن کثیر کی عبارت ملاحظہ ہو:

وَقَدْ لَعَنَ ابنَ زِيادٍ عَلٰى فِعلِهِ ذٰلِكَ وَشَتَمَهُ فِيمَا يَظْهَرُ وَيَبْدُوْ ولكن لَمْ يَعْزِلْهُ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَا عَاقَبَهُ وَلَا أَرْسَلَ يَعِيبُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ)[40]

"بے شک یزید نے ابن زیاد پر اس کے فعل کی وجہ سے لعنت تو کی اور اس کو برا بھلا بھی کہا اس وجہ سے کہ آئندہ جب حقیقت ظاہر ہو گی اور بات کھلے گی تو پھر کیا ہو گا لیکن نہ تو اس نے ابن زیاد کو اس حرکت پر معزول کیا اور نہ بعد میں اسے کچھ کہا اور نہ ہی اس کا عیب جتلانے کے لیے کسی کو بھیجا"۔

حقیقت یہی ہے کہ ان بدنہادوں کو قتل کرنا تو درکنار ان میں سے کسی کو اس کے عہدے تک سے معزول نہ کیا گیا بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ اس کارنامے کے بعد یزید کے دربار میں ابن زیاد کا مقام ومرتبہ اور بڑھ گیا تھا جیسا کہ اس سے پہلے واضح ہو چکا ہے۔

قارئین محترم! آپ خود سوچیے کہ یزید کے نزدیک حضرت امام حسین و دیگر اہلِ بیت رسول (رضی اللہ عنہم) کا قتل کتنا ہلکا تھا بلکہ جیسے کوئی جرم ہی نہ تھا۔

صد افسوس کہ اسلامی نظامِ عدل تو ایک طرف، کفار ومشرکین کے بہت سے ملکوں

میں بھی کسی کو گالی دینا یا محض اک تھپڑ مار دینا بھی جرم ہوتا ہے اور اس پر مرتکب کے خلاف کاروائی ہوتی ہے مگر یزید رسولِ خدا کے حقوق وفرائض اور عدل وانصاف کے نظام کو پامال کر کے فوراً کیسا ظالمانہ نظام قائم کر رہا تھا جہاں دیگر رعایا تو ایک طرف خود رسولِ خدا ﷺ کی آل اولاد کو قتل کرنے والا سنگ دل شخص بادشاہ سے سزا پانے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ بادشاہ کی آنکھ کا تارا بن جائے۔

تعصب کی عینک لگا کر پڑھنے والوں کی بات دوسری ہے، انصاف پسند قارئین تو یہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ......

خولی، شمر، عمرو بن سعد اور ابن زیاد تو ظالم اور قتل حسین کے براہ راست ذمہ دار تھے ہی، یزید بھی بغضِ اہلِ بیت سے لبریز، قتلِ حسین سے راضی اور اس ظلم کا پورا پورا ذمہ دار تھا۔

معتبر آراء:

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مجھے ابن سعد اور ابن زیاد کی حرکات پر اتنا تعجب نہیں ہے جتنا تعجب مجھے یزید کے ذلیل کاموں پر ہے اور جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر اس کے پاس آیا تو اس نے آپ کے دندان مبارک پر چھڑی ماری۔ حالانکہ امام پاک کے قتل سے یزید کا مقصد تو پورا ہو گیا تھا لیکن (شہادت امام کے بعد اس کا سر اقدس کی توہین کرنا) یہ اس کی جاہلیت کے حسد وکینہ کی دلیل ہے جیسا کہ اس نے کہا تھا: کاش کہ میرے بدر والے بزرگ آج موجود ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے محمد کی اولاد سے آج بدر کا کیسا بدلہ لیا ہے"(41)۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

الدولة اليزيدية كانت كلها تناوئه(42)

”یزیدی حکومت سب کی سب آپ کی عداوت پر تلی ہوئی تھی“۔

البدایہ کی یہ عبارت بھی ملاحظہ ہو:

وقد تقدم انّه قتل الحسین و اصحابه علی یدی عبید الله بن زیاد(43)

”یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یزید نے حضرت حسین ؓ اور آپ کے ساتھیوں کو عبداللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کرایا“۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والحق ان رضا یزید بقتل الحسین و استبشاره بذالك(44)

”سچ یہ ہے کہ یزید قتلِ حسین پر راضی تھا اور اس پر اس نے خوشی کا اظہار کیا“۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لعن الله قاتله و ابن زیاد معه و یزید ایضاً(45)

”اللہ تعالیٰ حضرت امام حسین ؓ کے قاتل پر لعنت کرے اور اس کے ساتھ ابن زیاد اور یزید پر بھی“۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والطامة الکبری ما فعله باهل البیت و رضاه بقتل الحسین و استبشارة بذالك و اهانة لاهل بیته(46)

”یزید نے اہل بیت کے ساتھ جو کچھ کیا اور اس کا قتلِ حسین پر راضی ہونا اور اس پر خوشی کا اظہار کرنا اور آپ کے اہل بیت کی توہین کرنا، یہ سب باتیں اُس کے متعلق لعنت کے جواز میں بہت پختہ دلیلیں ہیں“۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثم کفر یزید و من معه بما انعم الله علیهم وانتصبوا العداوة آل النبی ﷺ فقتلو حسینا رضی الله عنه ظلما (47)

''پھر یزید اور اس کے ساتھیوں نے اللہ تعالیٰ کے انعام پر کفر کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کی دشمنی میں کھڑے ہو گئے اور ظلم کرتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا''۔

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وبعضے دیگر گویند کہ وے امر بقتل آنحضرت نکردہ وبداں راضی نبودہ وبعد از قتلِ وے واہلِ بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مسرور ومستبشر نشدہ ایں سخن مردود وباطل است چہ عداوات آں بے سعادت با اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و استبشار وے بقتلِ ایشاں واذلال واہانت اومر ایشاں را بدرجہ تواتر معنوی رسیدہ است وانکار آں تکلف ومکابرہ است''(48)۔

''اور بعض دوسرے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یزید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ان کے قتل سے راضی تھا اور نہ ان کے قتل کے بعد ان کے اور ان کے عزیزوں کے قتل سے خوش و مسرور ہوا...... یہ بات مردود اور باطل ہے۔ اس لیے کہ اس شقی کا اہل بیتِ نبوت رضی اللہ عنہم سے عداوت رکھنا اور ان کے قتل سے خوش ہونا اور ان کی اہانت کرنا معنوی طور پر درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے اور اس کا انکار تکلف و مکابرہ یعنی خواہ مخواہ کا جھگڑا ہے''۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یزید بے دولت از اصحاب نیست در بدبختی اوکراسخن است کارے کہ آں بدبخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نہ کند۔ بعضے از علماء اہلِ سنت کہ در لعن او توقف کردہ

اند نہ آنکہ ازوَے راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع وتوبہ کردہ اند"(49)۔

"یزید بے دولت صحابہ کرام میں سے نہیں، اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے۔ جو کام اس بدبخت نے کیے ہیں کوئی کافر فرنگی بھی نہ کرے گا۔ بعض علماء اہلِ سنت جو اس کے لعن میں توقف کرتے ہیں وہ اس سبب سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس رعایت سے کہ رجوع وتوبہ کا احتمال ہوسکتا ہے"۔

مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں:

وامر یزید بذالك واستبشاره به متواتر لایمکن الانکار عنه وقد روی عن یزید لعنه الله لیت اشیاخی ببد رشهدوا...وعدلناه ببدر فاعتدل)(50)

"اور یزید نے امام حسین کے قتل کا حکم دیا تھا اور آپ کے قتل پر اس نے خوشی کا اظہار کیا تھا اور یہ بات اتنے تواتر سے ثابت ہے کہ اس کا انکار ممکن ہی نہیں ہے نیز یزید، اللہ کی لعنت ہو اس پر، اس سے نقل کیا گیا ہے کہ (شہداءِ کربلا کے مقدس سر دیکھ کر) یزید نے کہا تھا: کاش آج میرے بدر والے بزرگ (جو بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے) موجود ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے ان سے بدر کا کیسا بدلہ لیا ہے پس اب حساب برابر ہوگیا ہے"۔

مزید لکھتے ہیں:

"یزید نے خلیفہ بننے کے بعد وہ گند پیٹ سے نکالے کہ معاذ اللہ امام حسین کو قتل کرایا، اہلِ بیت کی اہانت کی۔ جب سر مبارک امام کا آیا تو مردود کہنے لگا میں نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے"۔(51)

مزید معتبر شواہد

صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ:

واقعہ کربلا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب یزید نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حمایت حاصل کرنے کے لیے خط لکھا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یزید کی طرف تفصیلی جواب لکھا جس میں اسے آئینہ دکھاتے ہوئے واضح طور پر لکھا:

قَدْ قتلتَ حسیناً وَ فتیانَ عبدِ المطلب مصابیحَ الھدٰے ونجومَ الاعلام غادرَتھم خیولكَ بامرِكَ فی صَعیدٍ واحدٍ ...فلا شیء اعجبُ عندی منْ طلبتِكَ وَدّی وقد قتلتَ ولد أبی وسیفُكَ یقطُر من دمی وأنتَ أحدُ ثاری ولا یعجبك ان ظفرت بنا الیوم فلنظفرنّ بك یومًا)[52]

”بے شک تو نے حسین اور عبدالمطلب کے جوانوں کو قتل کیا ہے جو ہدایت کے روشن چراغ اور چمکتے ہوئے ستارے تھے، تیرے حکم سے تیرے لشکر کے سواروں نے ایک ہی جگہ اُن کو خاک وخون میں ملا دیا...... مجھے سب سے زیادہ تعجب اس بات پر ہے کہ تو مجھ سے دوستی کی طلب رکھتا ہے حالاں کہ تو نے میرے باپ کی اولاد کو قتل کیا ہے اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے، تو میرے عزیزوں کا قاتل ہے اور تو اس پر خوش اور مغرور نہ ہو کہ آج تو نے ہم پر غلبہ پالیا ہے۔ ایک دن ہم بھی ضرور تجھ پر غلبہ پائیں گے“

خود یزید کے بیٹے کا بیان:

یزید کی ہلاکت کے بعد اُس کے بیٹے معاویہ بن یزید نے تخت پر بیٹھتے ہی کہا:

ثُمَّ قُلِّدَ اَبِی الْاَمْرَ وَكَانَ غَیْرَ اَھْلٍ لَہٗ وَنَازَعَ ابْنَ بِنْتِ رَسُوْلِ

اللہِ ﷺ فَقَصَفَ عُمُرُهٗ وانْبَتَرَ عَقَبُهٗ وَصَارَ فِیْ قَبْرِهٖ رَهِیْنًا بِذُنُوْبِهٖ ثُمَّ بَکٰی وَقَالَ اِنَّ مِن اَعْظَمِ الْاُمُوْرِ عَلَیْنَا عِلْمُنَا بِسُوْءِ مَصْرَعِهٖ وَبِئْسَ مُنْقَلِبِهٖ قَدْ قَتَلَ عِتْرَۃَ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ وَاَبَاحَ الْخَمْرَ وَخَرَّبَ الْکَعْبَۃَ)(53

''پھر میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے سے جھگڑا کیا۔ آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہوگئی۔ پھر وہ اپنے گناہوں کے ساتھ اپنی قبر میں دفن ہوگیا۔ یہ کہہ کر رونے لگا: جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں گزری ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے۔ اس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عترت کو قتل کیا، شراب کو حلال کیا اور بیت اللہ کو ویران کیا''۔

وکلاءِ صفائی کے منہ پر بدنہاد ابن زیاد کا طمانچہ:

کامل ابن اثیر میں ہے:

اما قتل الحسین فانہ اشار الیّ یزید بقتلہ او قتلی فاخترت قتلہٗ)(54

''رہا میرا حسین کو قتل کرنا تو یزید نے مجھے اشارہ کیا کہ یا تو میں حسین کو قتل کر دوں یا یزید مجھے قتل کر دے گا، لہٰذا میں نے حسین کو قتل کرنا اختیار کرلیا''۔

یزیدیوں کے ہاتھوں رسولِ خدا ﷺ کی پریشانی

اب جب کہ پختہ دلائل کی روشنی میں ثابت ہو چکا ہے کہ یزید بھی قتل حسین کا پورا پورا ذمہ دار تھا تو احادیثِ مبارکہ کی رُو سے دیکھیے کہ یزید اور اس کے گماشتوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نانا، اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کو کتنی تکلیف پہنچائی ہے۔

01- عن ابن عباس قال: رأیت رسول اللہ ﷺ فی المنام بنصف النھار اشعث اغبر معہ قارورۃٌ فیھا دمٌ فقلت: بابی و امّی یا رسول اللہ ما ھذا؟ قال: ھذا دم الحسین و اصحابہ لم ازل التقطہ منذ الیوم قال عمار: فاحصینا ذالک فوجدناہ قد قتل فی ذالک الیوم (55)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دوپہر کے وقت خواب میں دیکھا۔ آپ کے بال مبارک غبار آلود تھے اور آپ کے پاس ایک بوتل تھی جس میں خون تھا۔ میں نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں آج صبح سے جمع کر رہا ہوں۔ (اس روایت کے ایک راوی) عمار کہتے ہیں کہ ہم نے حساب لگایا تو اسی دن امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے"۔

02- عن سلمٰی قالت: دخلت علی امّ سلمۃ وھی تبکی فقلت: مایبکیک؟ فقال: رأیت رسول اللہ ﷺ فی المنام و علی راسہ ولحیتہ التّراب فقلت: مالک یارسول اللہ؟ قال شھدت قتل الحسین آنفاً (56)

"حضرت سلمٰی بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت (ام المؤمنین) امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی جب کہ وہ رو رہی تھیں۔ میں نے کہا: آپ کو کس چیز نے رُلایا

ہے؟ توانہوں نے جواب دیا: میں نے رسول اللہ ﷺ کوخواب میں دیکھا اور آپ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک پر مٹی تھی۔ تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (ﷺ)! آپ کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: میں نے ابھی ابھی حسین کو قتل ہوتے دیکھا ہے"۔

اب ایسے شخص کی محبت وعقیدت کے ترانے الاپنا، اُسے حق بجانب اور بے قصور قرار دیتے ہوئے اس کے حکم وحکمرانی کے قصیدے پڑھنا، یہ اللہ ورسول کے حضور جواب دہی کی فکر سے عاری یزیدیوں کا رویہ تو ہوسکتا ہے، ہمارا نہیں۔

نوٹ: مسلم شریف کی حضرت عبیداللہ بن قبطیہ والی حدیثِ مبارکہ (57) اور البدایہ کی عبارت (58) سے ثابت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال واقعہ حرہ کے دنوں میں ہوا جو 63ھ میں برپا ہوا۔

کربلا کے بعد ایک اور کربلا

واقعہ کربلا کے بعد یزید ظلم و ستم کی کوئی اور داستان رقم نہ بھی کرتا تو ایک واقعہ کربلا ہی اُس کی شخصیت اور اس کے کردار کی عریاں تصویر پیش کر دینے کے لیے کافی تھا مگر یزید کہاں اس ایک کربلا پر اکتفا کرنے والا تھا۔ اس نے اپنی موت سے پہلے دو اور ایسے ''کارنامے'' انجام دیے جن کی وجہ سے آج تک اہل اسلام کے جگر چھلنی ہیں۔

چونکہ 60 ھ میں یزیدی فوجوں نے خاندانِ رسول پر ایک قیامت ڈھائی تھی اور خاندان و فدائیانِ اہلِ بیت نے جرأت و بہادری اور صبر و استقامت کی بہت بڑی مثالیں پیش کی تھیں اس لیے واقعہ کربلا کے ذکر و بیان کو ہمیشہ ایک مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے اور ہو سکتا ہے بہت سے لوگ اس کے بعد کے واقعات کی دردناک تفصیلات سے تا حال بے خبر ہوں مگر پورے یزیدی دور کی تاریخ کا تفصیلی مطالعہ کرنے والے خوب جانتے ہیں کہ اس نے محبوبِ خدا، حضور مصطفیٰ کریم ﷺ کے ساتھ محبت و قربت کی نسبت رکھنے والے افراد اور مقامات کو اپنے جور و جفا کا نشانہ بنانے کے لیے مزید کیا کچھ کیا؟

محبت و عقیدت اور ادب و احترام والوں کی تو بات ہی اور ہے، کیا حامیانِ یزید نے محبوب خدا، محبوب کائنات، حضور تاج دارِ ختم نبوت ﷺ کے شہر مدینہ کی شان و عظمت کے تفصیلی بیان کتب حدیث میں ملاحظہ نہیں کیے؟ کیا امام بخاری و امام مسلم سمیت دیگر محدّثین نے اپنی اپنی کتب میں فضائلِ مدینہ کے ابواب قائم نہیں کیے؟

مدینہ منوّرہ کی محبت و برکت ہی کی وجہ سے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں موت و مدفن کی تمنا اور دُعا کرتے تھے (59) اور عہدِ رسالت سے لے کر آج تک اہلِ ایمان کے دل اس

دیارِ رسول کی حاضری کے لیے دھڑکتے اور تڑپتے ہیں۔ حاضری کی سعادت حاصل ہو جائے تو زہے نصیب ورنہ حاضری کے تصوّر و تذکرہ ہی سے آنکھوں میں محبت کے موتی چمکنے لگتے ہیں۔

قارئینِ محترم! آپ جانتے ہیں کہ جب یزید اسلامی تخت پر قابض و مسلّط تھا، اس شہرِ مدینہ کے باسی کون لوگ تھے؟ وہ جنہوں نے براہِ راست اپنی باایمان خوش نصیب آنکھوں میں محبوب خدا کے چمکتے چہرے کی نورانی کرنیں سمیٹی تھیں یعنی حضور ﷺ کے صحابہ کرام ؓ جن کے لیے جیتے جی ہی اللہ کی رضا اور جنتوں کے پروانے قرآن سے بھی عطا ہوئے اور زبانِ مصطفیٰ ﷺ سے بھی۔ اور ان کے علاوہ وہ جو اُن فیض یافتگانِ رسول سے فیض یاب ہونے والے تھے یعنی تابعین کرام ؒ۔

مگر آہ! یزید کا اگلا نشانہ یہی شہر مدینہ بنا اور اس کے یہ مکین۔ 63ھ میں آسمان نے وہ دل دوز منظر بھی دیکھا جس کی تفصیلات کو تاریخ نے واقعہ حرّہ کے نام و عنوان سے محفوظ کر رکھا ہے۔ تاریخ طبری، کامل ابن اثیر، البدایہ والنہایہ سمیت تاریخ کی کوئی سی کتاب کھول کر دیکھ لیجیے، جا بجا محدّثین و مؤرخین کے بے اختیار چیختے چلّاتے اور روتے رُلاتے الفاظ یزید پلید کی رسول دشمنی اور اُس کے جور و جفا پر داورِ محشر سے فریاد کناں نظر آئیں گے۔

اور تو اور واقعہ کربلا کے بعد جب 63ھ میں یزید نے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لیے فوج بھیجنے کا فیصلہ کیا تو اس ظالمانہ کاروائی کی قیادت کے لیے اس کی نگاہِ انتخاب پھر اہلِ بیتِ رسول کے قاتل عبیداللہ بن زیاد جیسے سنگ دل اور بے حیا شخص پر پڑی۔

کتبِ تاریخ میں ہے:

... وبعث الی عبید الله بن زیاد یامره بالمسیر الی المدینة و

محاصرة ابن الزبیر بمکة فقال واللہ لا جمعتهما للفاسق قتل ابن رسول اللہ وغزو الکعبة)(60)

''اور یزید نے ابن زیاد کی طرف حکم بھیجا کہ وہ مدینہ پر حملہ کرے اور پھر مکہ شریف میں عبداللہ بن زبیر کا محاصرہ کرے۔ ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کا قتل اور کعبہ پر حملہ، میں اس نافرمان و بدکار کی خاطر یہ دونوں (برائیاں) جمع نہ کروں گا''۔

یہ الگ بات ہے کہ جب ابن زیاد بدنہاد نے انکار کر دیا تو یزید کو ایک اور ایسا ہی سفاک و سنگ دل شخص مسلم بن عقبہ میسر آ گیا اور اس نے مدینہ منورہ اور اہل مدینہ کے ساتھ وہ سلوک کر دکھایا جس سے یزید کی رسول دشمنی کی آگ ٹھنڈی ہوئی۔

جور و جفا کی نئی داستان رقم کرنے کے لیے یزید کی نگاہوں کا انتخاب بننے والے اس نئے سپہ سالار کی اہلیت جاننے کے لیے درج ذیل عبارات کا مطالعہ کافی ہے:

انما یسمیه السلف مسرف بن عقبه((61'' اسلاف اُسے مسرف (ظالم / مجرم) بن عقبہ کہتے تھے''

مسرف بن عقبه قبحه اللہ من شیخ سوء ما اجهله((62

''مسرف بن عقبہ، اللہ اس کا چہرہ بگاڑ دے، وہ بوڑھا کتنا برا تھا اور کتنا جاہل''

یہ وہ بڈھا ہے جسے اُمت کے اکابر علماء نے مسلم کی بجائے مسرف یعنی ظالم کہا مگر غلامانِ یزید نے علمی خیانت کرتے ہوئے صحابی رسول لکھ ڈالا۔

آیئے وہ الفاظ پڑھیے اور چشمِ تصور سے دیکھیے کہ مدینہ کیسے کربلا بنا اور صحابہ و تابعین پر کیسی قیامت ٹوٹی، کتنا خون بہا اور کتنی عصمتیں لٹیں، کیا ہوا اور کس نے کیا؟

امام دارمی اپنی سنن میں روایت کرتے ہیں:

اخبرنا مروان بن محمد عن سعید بن عبد العزیز قال لما کانأیام الحرة لم یؤذن فی مسجد النبی ﷺ ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیّب من المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوٰة الا بهمهمة یسمعها من قبر النبی ﷺ (63)

”سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ جنگ حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی میں نہ تو اذان ہوئی نہ اقامت البتہ حضرت سعید بن المسیب نے مسجد نبوی کو نہیں چھوڑا اور وہ بھی نماز کا وقت صرف اس ہلکی سی آواز سے پہچانتے تھے جو آنحضرت ﷺ کی قبر مبارک سے وہ سنا کرتے تھے“

محقق علی الاطلاق بالاتفاق شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”چنانچہ اہالیان مدینہ منورہ پر جب یزید پلید کا فسق وفساد ظاہر وباہر ہو گیا تو سب نے اس کی بیعت توڑ ڈالی۔ سب سے پہلے عبداللہ بن ابی عمر نے اپنا عمامہ اُتار کر پھینکا اور کہا: جس طرح میں نے اپنا عمامہ اُتار پھینکا ہے اسی طرح میں یزید کی بیعت اپنے سر سے اُتارتا ہوں کیونکہ وہ خدا کا دشمن اور ہمیشہ شراب کے نشہ میں مخمور رہتا ہے۔ پھر ایک آدمی اُٹھا اور اس نے اپنا جوتا اُتار کر پھینکا اور کہا: اسی طرح میں یزید پلید کی بیعت اُتارتا ہوں۔ پھر سب نے اس طرح کرنا شروع کر دیا۔ کسی نے عمامہ پھینکا، کسی نے جوتا حتّٰی کہ مجلس میں عماموں اور جوتوں کا ڈھیر لگ گیا۔ جب یزید کو اہلِ مدینہ کے بیعت توڑنے کا علم ہوا تو اس نے مسلم بن عقبہ کے زیرِ کمان شامیوں کا (حافظ ابن کثیر کے مطابق 10، 12 یا 15 ہزار افراد پر مشتمل (64)) ایک بڑا لشکر اہلِ مدینہ سے جنگ کرنے کے لیے بھیجا

تا کہ اہالیانِ مدینہ کو نہایت بے دردی سے قتل کرے اور جتنی شدت کر سکتا ہو، کرے۔ مسلم بن عقبہ نے مدینہ منورہ پہنچ کر تین دن تک حرم نبوی ﷺ کی بے حرمتی کی اور داد بے دین دی۔ ایک ہزار سات سو آدمیوں کو مہاجرین وانصار اور علماء تابعین میں سے شہید کیا۔ عورتوں اور بچوں کے علاوہ عوام میں سے دو ہزار آدمیوں کو مار ڈالا۔ سات سو حفاظِ قرآن شہید ہوئے۔ نیز قوم قریش کے ستانوے (97) افراد کو ظلم کی تلوار سے ذبح کیا۔ فسق وفساد اور زنا کو مباح کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد ایک ہزار کنواری لڑکیوں نے زنا کی اولاد جنی (ان پردہ نشینوں کو گھروں سے نکال کر یزیدی فوج میں تقسیم کیا گیا تھا اور انہوں نے تین دن تک زبردستی حرم محترم میں ان سے زنا بالجبر کیا)۔ یزید کے حکم کے مطابق تین دن تک حرمِ مدینہ مباح رہا۔ قتل وغارت گری، لوٹ مار اور بدکاری ان کا پیشہ رہا۔ یزیدی اپنے گھوڑوں کو مسجد نبوی میں جولانی دیتے تھے اور مسجد شریف کا وہ حصہ جس کے متعلق حضرت عبداللہ بن زید سے مروی صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

مابین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ ومنبری علیٰ حوضی[65]

''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے''

وہاں ان کے گھوڑے لید اور پیشاب کرتے تھے اکثر آدمیوں کو اس طرح قید میں رکھا گیا کہ تین دن تک پانی اور غذا کی خوشبو بھی ان تک نہ پہنچی''[66]۔

حافظ ابن کثیر کی مندرجہ ذیل عبارات ملاحظہ ہوں:

1- ثم اباح مسلم بن عقبة... المدینة ثلاثة ایام کما ا مرہ یزید لا جزاہ اللہ خیراً و قتل خلقاً من اشرافھا و قرّائھا وانتھب اموالا کثیرۃ منھا ووقع شر عظیم و فساد عریض علی ما ذکرہ غیر واحد(67)

"پھر مسلم بن عقبہ نے مدینہ کو تین دن کے لیے مباح یعنی حلال کر دیا جیسا کہ اسے یزید نے حکم دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ یزید کا بھلا نہ کرے۔ اور مسلم نے مدینہ کے بہت سے شرفاء اور قرآن پڑھنے والوں کو قتل کر دیا اور ان کا بہت سا مال لوٹ لیا اور ایک بہت بڑا شر اور وسیع فساد برپا ہوا۔ اس واقعہ کو بہت سے لوگوں نے بیان کیا"۔

2- قال المدائنی : عن شیخ من اھل المدینة قال: سالت الزُّھری: کم کانت القتلی یوم الحرّۃ ؟ قال: سبعمئة وجوہ الناس من المھاجرین والانصار ووجوہ الموالی، و ممن لا اعرف من حُرّ و عبد و غیرھم عشرۃ آلاف (68)۔

"مدائنی نے کہا: اہلِ مدینہ کے ایک بزرگ نے فرمایا کہ میں نے زہری سے سوال کیا کہ حرہ والے دن کتنے لوگ قتل ہوئے تھے؟ انہوں نے کہا: انصار اور مہاجرین اور ان کے غلام سات سو قتل ہوئے۔ ان کے علاوہ وہ لوگ جن کو میں نہیں جانتا کہ آزاد تھے یا غلام وہ دس ہزار قتل ہوئے"۔

3- و قد اخطأ یزید خطاء فاحشاً فی قوله لمسلم بن عقبة ان یبیح المدینه ثلاثة ایام (مع ما انضم الی ذلك من قتل خلق من الصحابة و ابنائھم۔ و قد تقدم انه قتل الحسین و اصحابه علی یدی عبیداللہ بن زیاد) وقد وقع فی ھذہ

الثلاثة ایام من المفاسد العظیمة فی المدینة النبویة مالا یحد ولا یوصف ممالا یعلمه الّاالله عزوجل وقد اراد بارسال مسلم بن عقبه توطید سلطانه و ملکه و دوام ایامه من غیر منازع فعاقبه الله بنقیض قصده وحال بینه و بین ما یشتهیه فقصمه الله قاصم الجبابرة واخذ اخذ عزیز مقتدر

وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ" O (69) {ہود :102}

"اور یزید نے بڑی فاش غلطی کی مسلم بن عقبہ کو یہ حکم دے کر کہ مدینہ کو تین دن حلال کر دے (اس کے ساتھ یہ بات بھی ملی ہوئی ہے کہ اس نے بہت سے صحابہ کرام اور ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا تھا۔ اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یزید نے حضرت امام حسین اور آپ کے ساتھیوں کو عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کروایا) اور ان تین دنوں میں مدینۃ النبی میں بڑا فساد برپا ہوا جس کی کوئی حد نہیں۔ اس کی کیفیت فقط اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور اس نے مسلم بن عقبہ کو بھیج کر اپنی بادشاہت اور اپنے ملک کو مضبوط اور اپنے اقتدار کو بلا شرکتِ غیرے طول دینا چاہا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کے ارادے کو توڑ کر اس کو سزا دی اور اس کی ہوس اور اس کے درمیان اللہ تعالیٰ (اپنی قدرت کے ساتھ) حائل ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسے توڑ کر رکھ دیا، وہ جابروں ظالموں کو توڑنے والا ہے اور اس نے یزید کو پکڑا، پکڑنا غالب قوت والے کا۔

"اور اسی طرح پکڑ ہوتی ہے تیرے رب کی جب پکڑا اس نے بستیوں کو اور وہ ظالم تھیں۔ یقیناً پکڑ اس کی دردناک ہے سخت" (سورہ ہود:102)

4- ولکنہ تجاوز الحدّ باباحۃ المدینۃ ثلاثۃ ایام، فوقع بسبب ذلک شرٌّ عظیمٌ (70)

''بلکہ اس نے مدینہ کو تین دن کے لیے حلال ٹھہرا کر حد سے تجاوز کیا۔ اس وجہ سے بہت بڑا شر برپا ہوا''۔

یزیدی لشکر کے امیر مسلم بن عقبہ کی سنگ دلی:

اس کا کہنا تھا:

اللّٰھمّ انّی لم اعمل عملا قط بعد شھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ و انّ محمد رسول اللّٰہ احب الیّ من قتل اھل المدینۃ (71)

''اے اللہ جب سے میں نے کلمہ پڑھا ہے اس دن سے آج تک کوئی اچھا کام اہلِ مدینہ کے قتل سے بڑھ کر نہیں کیا''۔

یہ بھی منقول ہے کہ مسلم بن عقبہ نے مرتے وقت کہا تھا:

فقد ادرکت ما اردت فلیس شیء احب الی من الموت علی طھارتی فانی لا اشکّ ان اللّٰہ قد طھّرنی من ذنوبی بقتلِ ھؤلاء الارجاس (72)

''میں نے جس چیز کا بھی ارادہ کیا وہ چیز پالی۔ مجھے اس پاکیزہ حالت میں مرنے سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں اس لیے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان لوگوں کو قتل کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے گناہوں سے پاک کر دیا ہے''۔

مذکورہ مظالم پر یزید کا رویہ:

البدایہ میں ہے:

ان یزید لما بلغه خبر اهل المدنیة وما جری علیهم عند الحرّة من مسلم بن عقبه و جیشه فرح بذالك فرحاً شدیداً (73)

''جب یزید کو اہل مدینہ اور مسلم بن عقبہ اور اس کے لشکر کے مظالم کی خبر پہنچی تو اس پر بہت زیادہ خوش ہوا''۔

یزید نے مدینہ اور اہلِ مدینہ کو تو اپنے ظلم اور جور و جفا کا نشانہ بنایا ہی تھا مگر اپنے اس ظالمانہ کرتوت سے تاجدارِ مدینہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کو بھی شدید تکلیف پہنچائی ہے۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ مدینہ منورہ اور اہلِ مدینہ کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب، تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟

قرآن وحدیث کا فیصلہ

آیاتِ بیّنات

جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت پہنچائے:

01- اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَاباً مُّھِیْناً O {سورۃ الاحزاب:57}

"بے شک جو لوگ اور اس کے رسول کو اذیّت پہنچاتے ہیں، اللہ نے ان پر دنیا وآخرت میں لعنت کی ہے اور ان کے لیے ذلّت والا عذاب تیار کیا ہے"

02- وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ O {التوبہ:61}

"اور جو اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچائیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

احادیثِ مبارکہ

جو کسی مسلمان کو اذیّت پہنچائے:

01- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من اذٰی مسلماً فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰہ (74)

"جس نے کسی مسلمان کو اذیّت پہنچائی تو یقیناً اس نے مجھے اذیّت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیّت پہنچائی تو یقیناً اس نے اللہ کو اذیّت پہنچائی"۔

02- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من اذٰی شعرۃً منی فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللّٰہ زاد ابو نعیم، فعلیہ لعنۃ اللّٰہ (75)

''جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت پہنچائی تو اس نے درحقیقت مجھے اذیّت پہنچائی اور جس نے مجھے اذیّت پہنچائی تو اس نے درحقیقت اللہ کو اذیّت پہنچائی۔ ابونعیم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو''۔

جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے یا انہیں ڈرائے:

-03 حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من اراد اهل المدینة بسوئٍ اذابه اللّٰہ کما یذوب الملح فی الماء (76)

''جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس طرح پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے''۔

-04 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من اراد اهل هٰذا البلد بسوء یعنی المدینه اذابه اللّٰہ فی النار ذوب الرّصاص کما یذوب الملح فی الماء (77)

''جس نے اس شہر یعنی مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں سیسے کی طرح ایسے پگھلائے گا جیسے نمک میں پانی گھل جاتا ہے''۔

-05 حضرت سائب بن خلاّد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من اخاف اهل المدینة ظلماً اخافه اللّٰه و علیه لعنة اللّٰه والملائکة والنّاس اجمعین لا یقبل اللّٰه منه یوم القیامة صرفًا ولا عدلًا (78)

''جس نے مدینہ والوں کو ظلم کے ذریعے خوف زدہ کیا اللہ تعالیٰ اسے خوف

میں مبتلا کردے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے نہ تو فرض قبول کرے گا اور نہ نفل"۔

06- حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا :

من اخاف اہل المدینۃ فقد اخاف ما بین جنبی [79]

"جس نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا اس نے میرے دل کو خوف زدہ کیا"۔

07- حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الانصار لا یحبّھم الّا مؤمنٌ ولا یبغضھم الّا منافقٌ فمن احبّھم احبّہ اللہ ومن ابغضھم ابغضہ اللہ [80]

"انصار وہ ہیں کہ ان سے مومن ہی محبت رکھے گا اور جو منافق ہوگا وہی ان سے بغض و عداوت رکھے گا تو جو اُن سے محبت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھے گا اور جو اُن سے بغض و عداوت رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس سے عداوت رکھے گا"۔

08- حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے آواز دی۔ میں نے عرض کیا: آقا غلام حاضر ہے۔ فرمایا:

"یا اباذر قلت لبیک وسعدیک قال کیف انت اذا رأیت احجار الزیت قد غرقت بالدم" [81]

"اے ابوذر! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو حرہ کے پتھروں کو خون میں ڈوبے ہوئے دیکھے گا"۔

یزید کا آخری ''کارنامہ''

اگرچہ سابقہ تفصیل پڑھ کر یزید کی شخصیت وکردار اور اس کے اندازِ حکم رانی کو مکمل طور پر سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں تاہم یزید کا انجام جاننے کے لیے اس کی کتابِ زندگی کا آخری باب پڑھنا بھی نہایت ضروری ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مدینہ کے گلی کوچوں اور در و دیوار کو صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کے خون سے رنگین کرنے کے بعد یزید نے آتشِ بغض کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کیا قدم اُٹھایا؟

اہلِ مدینہ پر ظلم وستم کی انوکھی تاریخ رقم کرنے کے بعد یزیدی لشکر یزید کی ہدایت کے مطابق اسی ظالم مسلم بن عقبہ کی قیادت میں مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوا۔ مکہ مکرمہ کی حرمت اور اس کے تقدس کو پامال کرنے کا خواب ابھی شرمندہ تعبیر نہ ہوا تھا کہ راستہ ہی میں نوے (90) سالہ بڈھے مسلم بن عقبہ کی بیماری بڑھ گئی۔ اُس نے یزید کے پیشگی احکام کے مطابق حصین بن نمیر السکونی کو امیر لشکر مقرر کیا اور وصیتیں کر کے اپنے انجامِ بد کے حوالے ہو گیا۔

محرم الحرام 64ھ میں مکہ مکرمہ پہنچ کر یزیدی لشکر نے حرمِ محترم کا محاصرہ کر لیا۔ اس سے قبل تمام اہلِ مکہ اور اہلِ حجاز حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے۔ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت منذر رضی اللہ عنہ کو چند لوگوں کے ہمراہ مقابلے کے لیے بھیجا جو بڑی بے جگری سے لڑے اور بالآخر شہید ہو گئے۔ اس کے بعد شدید جنگ ہوئی جس میں محرم کے بقیہ دن، صفر اور ابتداءِ ربیع الاوّل تک شامی لشکر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے برسرِ پیکار رہا، 03 ربیع الاوّل کو شامیوں نے خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسائے جس سے خانہ کعبہ کے پردے اور دیواریں جل گئیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے

دنبہ کے وہ دونوں سینگ بھی جل کر راکھ ہو گئے جو اب تک خانہ کعبہ میں محفوظ چلے آرہے تھے۔ یہ اُسی دنبہ کے سینگ تھے جو آپ کی قربانی کے فدیہ میں جنت سے لایا گیا تھا۔ مکہ مکرمہ کا یہ محاصرہ چونسٹھ (64) دن جاری رہا کہ یزید کی ہلاکت کی خبر پہنچ گئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے شامیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں گمراہ کرنے والا طاغوت ہلاک ہوگیا، اب جس کا جی چاہے یہاں کے لوگوں کے ساتھ بیعت میں شریک ہو جائے اور جس کا جی چاہے شام چلا جائے۔

یہ خبر سنتے ہی گویا یزیدی لشکر کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور اُس کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ اپنا ناپاک پروگرام اُدھورا چھوڑ کر پسپا ہو گئے (82)۔

یزید کا کردار...... صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم وبعد کے علماء کی گواہی

حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

...الا وانّ ھٰؤلاء قد لزمو اطاعۃ الشیطان وتر کو اطاعۃ الرّحمٰن واظھروا الفساد و عطّلوا الحدود و استأثروا بالفی ءواحلّوا احرام اللہ وحرموا حلالہ وانا احق من غیّر...[83]

''خبردار! بے شک ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کو لازم پکڑ لیا ہے اور رحمان کی اطاعت کو چھوڑ دیا ہے اور فتنہ وفساد برپا کر دیا ہے اور حدود شرعی کو معطل کر دیا ہے اور محاصل کو اپنے ہی لیے خرچ کرتے ہیں۔ اللہ کی حرام کردہ باتیں حلال اور حلال کو حرام قرار دے دیا ہے۔ اس لیے میں کسی بھی اور شخص کی نسبت (ان کے خلاف جہاد کرنے کا) زیادہ حق دار ہوں''۔

آخری خطبہ کا ایک اقتباس:

الاترون ان الحق لایعمل بہ والباطل لا یتناھی عنہ لیر غب المؤمن فی لقاء اللہ تعالیٰ وانی لاأری الموت الاّ سعادۃ والحیاۃ مع الظّالمین الاّ جرماً)[84]

''کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا اور باطل سے باز نہیں رہا جا رہا۔ اب مومن کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق رکھے اور میں تو موت کو سعادت اور ظالموں کے ساتھ جینے کو جرم ہی سمجھتا ہوں''۔

حضرت عبداللہ ابن ابی عمر رضی اللہ عنہ کا بیان:

نبایع من یلعب بالقرود و الکلاب ویشرب الخمر ویظھر الفسوق

ما حجتنا عند اللہ)[85]

”ہم ایک ایسے شخص کی بیعت کریں جو بندروں اور کتوں سے کھیلتا ہے اور شراب پیتا ہے اور علی الاعلان برائیاں کرتا ہے تو ہم اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟“۔

حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

شہادت امام حسین کی خبر وحشت اثر سنی تو فرمایا: اما واللہ ما کان یستبدل بالقرآن غیًّا ولا بالبکاء من خشیة اللہ حدأولا بالصّیام شرب الخمر ولا بالمجالس فی حق الذکر بکلاب الصّید یعرض بیزید فسوف یلقون غیًّا)[86]

”اللہ کی قسم، وہ قرآن کی بجائے گمراہی کی طرف مائل ہونے والے نہ تھے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے بے حد گریہ زاری کرنے والے تھے اور آپ روزہ کی بجائے شراب نوشی نہیں کیا کرتے تھے اور اپنی محفلوں کو اللہ کے ذکر کی بجائے شکاری کتوں کے ذکر سے آلودہ نہیں کرتے تھے اور آپ نے یہ باتیں یزید کے بارے میں کہی تھیں تو عنقریب وہ غی میں ڈالے جائیں گے“۔

یزید کے مرنے کی خبر پر آپ نے کیا فرمایا؟

یا اھل الشّام قد اھلک اللہ طاغیتکم)[87] ”اے شامیو! تمہیں گمراہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا ہے“۔

حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا نظریہ احادیث مبارکہ کے سابقہ بیان سے واضح ہے۔

حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان:

انی قد اجازنی بمأۃ الف ولا یمنعنی ماصنع بی ان اخبر کم خبرہ واللہ انہ لیشرب الخمر واللہ انہ لیسکر حتی یدع الصّلوٰۃ(88)

''میں مانتا ہوں کہ یزید نے مجھے ایک لاکھ درہم دیئے ہیں البتہ اس کا یہ عطیہ مجھے تمہارے سامنے اس کے حالات بیان کرنے سے نہیں روک سکتا۔ خدا کی قسم، یزید شراب پیتا ہے اور خدا کی قسم، وہ شراب میں اس حد تک مخمور رہتا ہے کہ نماز چھوڑ دیتا ہے''۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کا بیان:

حضرت عبداللہ صحابی رسول حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور مدینہ منورہ کے بزرگوں میں سے تھے۔ آپ بھی مدینہ منورہ کے شرف و بزرگی والے کئی افراد پر مشتمل اس وفد کے رکن تھے جو 63 ھ میں اہلِ مدینہ کی طرف سے (یزید کے حالات معلوم کرنے کے لیے) یزید کے پاس گیا تھا۔ آپ کے ساتھ آپ کے آٹھ بیٹے بھی تھے۔ وہاں سے واپسی پر یزید نے آپ کو ایک لاکھ درہم اور آپ کے ہر بیٹے کو دس دس ہزار درہم دیے۔ اس کے علاوہ انہیں سواریاں اور خلعتیں بھی دیں۔ جب حضرت عبداللہ مدینہ منورہ پہنچے تو لوگ پوچھنے لگے کہ وہاں کی کیا خبر ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

اتیتکم من عندر جل واللہ لو معہ احذ الابنی ھؤ لاء لجا ھدتہ بھم قالوا فانہ بلغنا انہ اکرمک واعطاک قال قد فعل وما قبلت ذالک منہ الاان اتقوی بہ علیہ وحفض الناس فبایعوہ(89)

''میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آرہا ہوں کہ اگر میرے بیٹوں کے علاوہ کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے تو پھر بھی میں اس سے ضرور جنگ کروں گا۔

لوگوں نے کہا: ہم نے تو سنا ہے کہ اس نے آپ کی عزت کی ہے اور آپ کو کچھ مال دیا ہے۔ فرمایا: ہاں، یہ تو اس نے کیا ہے اور یہ سب کچھ میں نے اس سے اس لیے قبول کیا ہے کہ اس کے ذریعے میں اس کے خلاف طاقت حاصل کروں۔ لوگ بھڑک اُٹھے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی"۔

واقعہ حرّہ کے زمانہ میں لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ نے فرمایا:

فو اللهِ ما خرَجنَا علَى يَزِيدَ حتّى خِفنا اَنْ نرمَ بِالْحجارةِ مِنَ السَّماءِ اِنّ رَجلاً يَنكِحُ الامَّهاتِ والبنَاتِ وَالاَخواتِ وَيَشرَبُ الْخَمرَ وَيَدعُ الصَّلوةَ (90)

"خدا کی قسم! ہم یزید کے خلاف اس وقت اُٹھ کھڑے ہوئے جب کہ ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ اس کی بدکاریوں کی وجہ سے ہم پر آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں کیونکہ یہ شخص (یزید) ماؤں بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ نکاح جائز قرار دیتا اور شراب پیتا اور نمازیں چھوڑتا تھا"۔

دیگر شرفاءِ مدینہ کا بیان:

جب وہ وفد مدینہ منورہ واپس پہنچا تو علی الاعلان یزید پر سب وشتم کرنے لگا اور اس کے عیب بیان کرنے لگا۔ ارکانِ وفد نے کہا:

قَدِمْنَا مِنْ عِندِ رُجُلٍ لَيْسَ لَهُ دِيْنٌ يَشْرَبُ الْخَمْرَ وَيَضْرِبُ بِالطَّنَابِيْرِ وَيَعْزِفُ عِنْدَهُ الْقِيَانِ وَيَلْعَبُ بِالْكِلَابِ وَيُسَمِّرُ عِنْدَهُ الْحُرَّابُ وُهُمُ اللُّصُوصُ

"ہم ایک ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہیں جس کے پاس دین نہیں ہے۔ وہ شراب پیتا ہے، طنبورے بجاتا ہے اور لونڈیاں اس کے پاس گایا کرتی ہیں۔ کتوں کے ساتھ کھیلتا اور رات گئے تک چور اُچکے اس کے پاس بیٹھ کر

کہانیاں سناتے ہیں"۔

پھر سب نے بیک زبان ہو کر کہا: انا نشهد کم انا قد خلعناه فتابعهم النّاس علی خلعه)(91

"اے لوگو! ہم تمہیں گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم نے یزید کی بیعت توڑ دی ہے پس تمام لوگوں نے اُن کی پیروی کرتے ہوئے یزید کی بیعت توڑ دی"۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

1- قلت: یزید بن معاویه اکثر مانقم علیه فی عمله شرب الخمر و اتیان بعض الفواحش)(92

"میں کہتا ہوں کہ اکثر لوگ یزید بن معاویہ کے شراب پینے اور بعض برائیوں میں ملوث ہونے کی وجہ سے اس پر ناراض تھے"۔

2- و قد روی ان یزید کان قد اشتهر بالمعازف و شرب الخمر و الغناء و الصّید و اتخاذ الغلمان و القیان و الکلاب و النطاح بین الکباش و الدباب و القرود و ما من یوم الا یصبح فیه مخموراً و کان یشد القرد علی فرس مسرجة بحبال و یسوق به و یُلبس القرود قلانس الذهب و کذلک الغلمان و کان یسابق بین الخیل و کان اذا مات القردة حزن علیه)(93

"بیان کیا گیا ہے کہ یزید موسیقی، شراب پینے، گانے سننے، شکار کھیلنے اور لڑکے اور گانے والی لڑکیاں اور کتے اپنے ساتھ رکھنے اور مینڈھوں جانوروں اور بندروں کو آپس میں لڑانے کے بارے میں مشہور ہو گیا تھا اور

ہر دن کی صبح اس حال میں کرتا کہ وہ نشے میں ہوتا تھا اور زین کسے ہوئے گھوڑے پر رسی سے بندر باندھتا اور اسے لے کر چلتا تھا اور بندروں کو سونے کی ٹوپیاں پہناتا تھا اور اسی طرح لڑکوں کو بھی۔ وہ گھوڑوں کی دوڑ منعقد کرتا تھا اور جب کوئی بندر مرتا تو وہ اس پر غم زدہ ہو جاتا تھا"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا فکر و عمل:

ایک شخص نے یزید کو امیر المؤمنین کہا (جیسا کہ اب غلامانِ یزید بھی کہتے ہیں)۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سخت ناراض ہو کر فرمایا:

تقول امیر المؤمنین وامر بہ فضرب عشرین سوطاً (94)

"تو اُسے امیر المؤمنین کہتا ہے اور آپ نے اسے بیس کوڑے مارنے کا حکم دیا"۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ نے یزید سے دوستی رکھنے یا اس پر لعنت کرنے کے بارے میں پوچھا تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یا بنی و ھل یتولی یزید احد یومن باللہ ولم لا العن من لعنہ اللہ فی کتابہ فقلت و این لعن اللہ یزید فی کتابہ فقال فی قولہ تعالیٰ: فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامم اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم، فھل یکون فساد اعظم من ھذا القتل (95)

"بیٹا کوئی اللہ پر ایمان رکھنے والا ایسا بھی ہوگا جو یزید سے دوستی رکھے اور میں اس پر کیوں نہ لعنت کروں جس پر اللہ نے اپنی کتاب میں لعنت کی

ہے۔ میں نے عرض کیا: اللہ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے؟ تو فرمایا: اس آیت میں فَهَلْ عَسَيْتُمْ...... (سورۃ محمد: 22،23) کہ ''پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم ملک میں فساد برپا کرو گے اور قطع رحمی کرو گے۔ ایسے ہی لوگ وہ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے پھر ان کو بہرا اور اندھا کر دیا''۔ (پھر فرمایا) کیا اس (قتل حسین) سے بڑھ کر کوئی فساد ہو سکتا ہے؟''۔

حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

''حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ یزید بن معاویہ سے حدیث لکھیں گے؟ فرمایا: نہیں، اس کی کچھ وقعت نہیں، کیا یہ وہی شخص نہیں جس نے اہلِ مدینہ کے ساتھ ظلم کیا جو بیان سے باہر ہے؟''(96)۔

علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

والحق ان رضاء یزید بقتل الحسین و استبشاره بذالک و اهانة اهل بیت النبی صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم مما تواتر معناه و ان کان تفاصیلها احاداً فنحن لا نتوقف فی شانہٖ بل فی ایمانہٖ لعنۃ اللہ علیه و علی انصاره و اعوانه (97)

''اور حق یہ ہے کہ یزید کا حضرت حسین کے قتل پر راضی ہونا اور اہلِ بیتِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنا، ان امور میں سے ہے جو تواتر معنوی کے ساتھ ثابت ہیں اگرچہ ان کی تفاصیل احاد ہیں۔ تو اب ہم توقف نہیں کرتے اس کے اصل مقام میں بلکہ اس کے ایمان میں، اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کے مددگاروں اور دوستوں پر''۔

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ محمد:22،23 کے تحت فرماتے ہیں:

وانا اقول الذی یغلب علی ظنّی انّ الخبیث لم یکن مصدقا برسالۃ النبی ﷺ وان مجموع ما فعل مع اھل حرم اللہ تعالیٰ واھل حرم نبیہ علیہ الصلوۃ والسلام وعترتہ الطیبین الطاھرین فی الحیاۃ و بعد الممات وما صدر منہ من المخازی لیس باضعف دلالۃً علی عدم تصدیقہ[98]

''میں کہتا ہوں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ یزید خبیث نے نبی کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق ہی نہیں کی اور وہ تمام مظالم جو اس نے اہلِ مکہ اور اہلِ مدینہ اور اہلِ بیت النبی ﷺ کے ساتھ کیے ان کی زندگی میں اور ان کی شہادت کے بعد اور یہ کام اس کی عدم تصدیق کے ثبوت کے لیے کافی ہیں''۔

شاہ ولی اللہ دہلوی فرماتے ہیں:

ومن القرون الفاضلہ اتفاقاً من ھو منافق او فاسق و منھا الحجاج ویزید بن معاویہ ومختار[99]

''اور قرونِ فاضلہ میں بالاتفاق ایسے لوگ موجود تھے جو منافق یا فاسق تھے اور ان میں حجاج اور یزید بن معاویہ اور مختار کا شمار ہے''

ہم نے اختصار ملحوظ رکھتے ہوئے صرف مندرجہ بالا عبارات بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے ورنہ حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ، حضرت امام احمد بن حنبل سے لے کر حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی اور حضرت امام احمد رضا خاں محدّث بریلوی (رحمہم اللہ) تک سینکڑوں اکابرِ ملت نے یزید کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اہلِ علم اُس سے آگاہ ہیں تاہم یہ مختصر کتابچہ ان تفصیلی عبارات کے بیان کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

حوالہ جات باب نمبر 02

01- (i) بخاری کتاب المناقب باب علاماۃ نبوۃ (ii) کتاب الفتن باب ھلاك أمتی علی ایدی اغیلمة سفھاۂ ج 02 ص 1046 (iii) مشکوٰۃ ص 454
02- (i) مسند احمد ج 02 ص 304، 485 (ii) مستدرک حاکم ج 5 ص 380
(iii) فتح الباری ج 13 ص 08
03- (i) البدایہ ج 08 ص 326 بحوالہ ابو یعلی و ابن خزیمہ
(ii) مشکوٰۃ ص 323
04- (i) ترمذی ابواب المناقب باب فی ثقیف و بنی حنیفہ ج 02 ص 233
(ii) مستدرک حاکم ج 05 ص 390 (iii) مشکوٰۃ باب ذکر القبائل ص 551
05- (i) مسند احمد ج 03 ص 39-38 (ii) ابن حبان ص 755
(iii) مستدرک حاکم ج 05 ص 445 (iv) البدایہ ج 08 ص 325
06- البدایہ ج 08 ص 326
07- البدایہ ج 08 ص 325
08- (i) مشکوٰۃ کتاب الامارۃ ص 323 (ii) البدایہ ج 08 ص 326
09- (i) البدایہ ج 08 ص 167 (ii) فتح الباری ج 13 ص 08 بحوالہ ابن ابی شیبہ (iii) ارشاد الساری ج 10 ص 170
10- فتح الباری ج 13 ص 08
11- مرقاۃ ص 462
12- (i) فتح الباری ج 13 ص 08 (ii) عمدۃ القاری ج 24 ص 269
(iii) ارشاد الساری ج 10 ص 170
13- حجۃ اللہ البالغہ ج 02 ص 507
14- (i) طبقات ابن سعد ج 01 ص 355
(ii) رحمۃ للعالمین ج 01 ص 175، ج 03 ص 215
15- رحمۃ اللعالمین ج 03 ص 215
16- بخاری کتاب التفسیر باب الّا المودۃ فی القربیٰ
17- (i) ابن ماجہ باب فضائل الحسن و الحسین ص 14
(ii) البدایہ ج 08 ص 287 (iii) المعجم الکبیر للطبرانی ج 03 ص 31
(iv) مسند احمد ج 02 ص 442
(v) صحیح ابن حبان کتاب اخبارہ عن مناقب الصّحابہ رقم 1/6978
18- (i) مسند احمد ج 2 ص 440 (ii) ابن ماجہ ص 13
(iii) مستدرک حاکم ج 03 ص 376 (iv) البدایہ ج 08 ص 287
19- بخاری کتاب المناقب باب مناقب الحسن و الحسین ج 01 ص 520

20- الشرف المؤبد لآل محمد ص (اردو) ص145
21- (i) طبری ج03 ص291 (ii) کامل ج03 ص127
(iii) البدایہ ج08 ص213
22- تاریخ یعقوبی ج02 ص241
23- البدایہ ج08 ص215
24- عمدۃ القاری ج02 ص142
25- البدایہ ج08 ص215
26-27- (i) طبری ج03 ص294 (ii) کامل ج03 ص131
28- البدایہ ج09 ص76
29- البدایہ ج08 ص221
30- کامل ج03 ص234
31- (i) تاریخ طبری ج03 ص372 (ii) کامل ج03 ص188
(iii) البدایہ ج08 ص270، 271، 277
32- (i) طبری ج03 ص370 (ii) کامل ج03 ص189
(iii) البدایہ ج08 ص273
33- (i) طبری ج03 ص370 (ii) کامل ج03 ص189
(iii) البدایہ ج08 ص273
34- (i) طبری ج03 ص370 (ii) کامل ج3 ص190
(iii) البدایہ ج08 ص274
35- البدایہ ج08 ص315
36- (i) طبری ج3 ص369 (ii) کامل ج3 ص189
(iii) البدایہ ج08 ص270
37- (i) طبری ج03 ص369 (ii) کامل ج 03 ص187
38- (i) البدایہ ج08 ص327 (ii) تاریخ الخلفاء ص166
39- کامل ج03 ص190
40- البدایہ ج08 ص284
41- الردّ علی المتعصب العنید المانع عن ذم یزید ص492
42- البدایہ ج08 ص219
43- البدایہ ج08 ص313
44- شرح عقائد نسفی ص117
45- تاریخ الخلفاء ص165
46- تفسیر روح المعانی ج26 ص66
47- تفسیر مظہری ج5 ص160
48- تکمیل الایمان ص98

-49 مکتوباتِ شریف ص54
-50 حاشیہ ھدیۃ المھدی ج01 ص98
-51 تیسیر الباری ج04 ص125
-52 کامل ج03 ص224،225
-53 صواعق محرقہ ص319
-54 کامل ابن اثیر ج03 ص234
-55 (i) مسند احمد ج01 ص242 (ii) البدایہ ج08 ص281
-56 (i) ترمذی ابو اب المناقب باب مناقب الحسین ج02 ص218
(ii) البدایہ ج08 ص281 (iii) تاریخ الخلفاء ص167
-57 مسلم ج02 ص388
-58 البدایہ ج08 ص215
-59 بخاری ابو اب العمرہ
-60 (i) طبری ج03 ص384 (ii) کامل ج03 ص212
(iii) البدایہ والنہایہ ج08 ص309 (iv) جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب ص40
-61 (i) کامل ج03 ص212 (ii) البدایہ ج08 ص308
-62 البدایہ ج08 ص310
-63 (i) دارمی ص25 باب ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیّہ بعد موتہ (ii) مشکوٰۃ ص537
-64 البدایہ ج08 ص308
-65 (i) بخاری ابو اب العمرہ (ii) مشکوٰۃ ص60
(iii) مسلم کتاب الحج باب فضل مابین قبرہ و منبرہ ج01 ص446
-66 جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب ص36 تا 38
-67 البدایہ ج08 ص310
-68 البدایہ ج08 ص311
-69 البدایہ ج08 ص313
-70 البدایہ ج08 ص328
-71 البدایہ ج08 ص317
-72 وفاء الوفا ج01 ص133
-73 البدایہ ج08 ص315
-74 جامع صغیر ج02 ص 158
-75 جامع صغیر ج02 ص 158
-76 مسلم باب تحریم ارادۃ اھل المدینۃ بسوء ج01 ص440
-77 مسلم کتاب فی الحج باب من ارادا ھل المدینہ بسوء ج01 ص445
-78 مسند احمد ج04 ص56
-79 الترغیب والترھیب ج02 ص232

80- بخاری کتاب المناقب باب حب الانصار
81- (i) ابوداؤد کتاب الفتن باب النھی ج 02 ص 236 (ii) مشکوٰۃ ص 455
82- (i) طبری ج 3 ص 392 تا 395 (ii) کامل ج 03 ص 222-221
(iii) البدایہ ج 08 ص 319-318
83- (i) طبری ج 3 ص 333 (ii) کامل ج 03 ص 159
84- احیاء العلوم ج 04 ص 638
85- تاریخ یعقوبی ج 02 ص 228
86- (i) طبری ج 03 ص 379 (ii) کامل ج 03 ص 200
(iii) البدایہ ج 08 ص 297
87- (i) طبری 03 ج 395 (ii) البدایہ ج 08 ص 319
88- (I) طبری ج 03 ص 383-382 (ii) کامل ج 03 ص 204
(iii) البدایہ ج 08 ص 304
89- (i) کامل ج 03 ص 204 (ii) البدایہ ج 8 ص 312
90- (i) طبقات ابن سعد (اردو ترجمہ) ج 03 ص 75 تذکرہ عبداللہ بن حنظلہ
(ii) تاریخ ابن عساکر ج 07 ص 375 (iii) تذکرۃ الخواص ص 289
(iv) الصواعق المحرقہ ص 315 (v) مستدرک حاکم ج 07 ص 374
(vi) تاریخ الخلفاء ص 167 (vii) ماثبت من السنۃ ص 44
(viii) جذب القلوب ص 36
91- (i) طبری ج 03 ص 382 (ii) کامل ج 03 ص 204
(iii) البدایہ ج 08 ص 304
92- البدایہ ج 08 ص 327
93- البدایہ ج 08 ص 332
94- (i) تہذیب التہذیب ج 11 ص 361 (ii) تاریخ الخلفاء ص 166
(iii) الصواعق المحرقہ ص 315 (iv) احیاء العلوم ج 04 ص 638
95- (i) تذکرۃ الخواص ص 287 (ii) الصواعق المحرقہ ص 315
(iii) تفسیر مظہری زیر آیت سورۃ محمد آیات نمبر 23-22
96- مجموع فتاوی ابن تیمیہ ج 03 ص 412
97- (i) نبراس علی شرح عقائد ص 331 (ii) شرح عقائدِ نسفیہ ص 117
98- تفسیر روح المعانی ج 26 ص 66
99- الحجۃ اللہ البالغہ بحث مناقب ص 380

تیسرا باب

سوالات
و
جوابات

سوالات و جوابات

س 1: یزید ایسے برے کردار کے حامل شخص کو ولی عہد کیوں بنایا گیا؟

ج :-1 صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اہلِ شام کے علاقائی وقبائلی تعصب اور حمیت سے خوب آگاہ تھے اور آپ کو شدید احساس و اندیشہ تھا کہ اگر آئندہ حکمران کے تقرر و انتخاب کا فیصلہ ملتوی اور مؤخر کر کے لوگوں پر چھوڑ دیا گیا تو وسیع و عریض شام کے لوگ کسی اور علاقہ وقبیلہ کے تقرر کو ہرگز قبول نہیں کریں گے اور اُمت بہت بڑے افتراق وانتشار بلکہ باہمی خانہ جنگی اور خون ریزی میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس لیے آپ نے یزید کو ولی عہد بنانے کا فیصلہ کیا۔

مقدمہ ابن خلدون میں ہے:

''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو جو اپنا ولی عہد کیا، وہ بھی تفرقہ جماعت کے خوف سے کیا کیوں کہ وہ خوب جانتے تھے کہ بنی اُمیہ اپنے سوا کسی کو ہرگز منظور نہ کریں گے۔ اگر وہ کسی اور کو اپنا ولی عہد کرتے تو ضرور وہ لوگ اس کی مخالفت کرتے۔ اگرچہ اس منتخب ہونے والے کے حق میں وہ پہلے حسن ظن ہی کیوں نہ رکھتے ہوتے۔

یزید کی ولی عہدی کا سبب تھا جو ہم نے بیان کیا اور اس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت اور کچھ خیال ہی کیا جا سکتا ہے۔ یہ خیال کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے فسق و فجور سے باخبر ہونے کے باوجود اسے اپنا ولی عہد بنایا، بالکل غلط ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی حرکت کے ارتکاب کا یقین نہیں ہوسکتا''(01)۔

''اگر بفرض بجائے یزید کے یہ منصب کسی اور کو دیا جاتا تو ہرگز بنی امیہ اس انتخاب کو رضا و پسند کی نگاہ سے نہ دیکھتے ۔ تمام قریش اور مسلمانوں کی عصبیت ان کے ساتھ تھی ۔اور جو لوگ با اثر تھے یا خود اُموی تھے یا ان کے طرف دار تھے۔ یہ وجہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو مجبور ہو کر ان لوگوں کو چھوڑ کر جنہیں یزید سے بہتر سمجھتے تھے، اسی کو اپنا ولی عہد بنانا پڑا۔ اور اس لیے کہ مسلمانوں میں عام اتفاق و اتحاد رہے جو شارع علیہ السلام کے نزدیک نہایت اہم تھا، افضل سے مفضول کی طرف پھیر دیا گیا۔ اس کے سوا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں کوئی بدگمانی نہیں کی جاسکتی ۔ اور کی جائے تو کیوں کر کہ عدالت اور صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت جو انہیں حاصل تھی اس سے زیادہ اُن کے حق میں کہنے سننے سے مانع ہے''(02)۔

-2 رہا یزید کا کردار تو اس کے عیب ابھی ایسے عیاں اور عام نہ تھے جیسے اس کے حکمران بننے کے بعد ظاہر ہوئے اور اس کی شخصی کمزوریوں کے حوالے سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گمان تھا کہ ذمہ داری کا احساس وبار اس کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے گا۔

مقدمہ ابن خلدون میں ہے:

''زمانہ خلافت میں یزید سے جو کچھ فسق و فجور سرزد ہوا۔ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ولی عہد کرتے وقت یزید کے اس فسق و فجور کا علم تھا؟ ہرگز نہیں۔ وہ اس سے بزرگ تر ہیں کہ اُن کی نسبت یہ خیال کیا جائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تو اپنی زندگی میں یزید کو گانا سننے سے بھی سرزنش اور منع کرتے رہے۔ حالانکہ سماع اس فسق و فجور سے جو یزید سے ظہور پذیر ہوا، کہیں کم درجہ کی معصیت ہے''(03)۔

-3 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلوصِ نیت

اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی قبولیت اوران کی خطاؤں کی معافی کا اعلان قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں متعدد مواقع ومقامات پر بیان ہوا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کا فقیہ ومجتہد ہونا بیان کیا ہے(04)۔ آپ کاتب وحی ہیں اور پھر خاص آپ کا نام لے کر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شان وعظمت بیان فرمائی ہے۔

اس لیے آپ کے فیصلہ کی صحت ودرستی پر تو رائے دی جاسکتی ہے جیسا کہ اُمت کے نام ور علماء نے اسے آپ کی اجتہادی خطا قرار دیا ہے مگر آپ کے شرف وفضیلت اور آپ کے مجتہدانہ مقام ومرتبے کی وجہ سے آپ کے فیصلے کو نیت کی خرابی، اقتدار کی ہوس یا محض شفقتِ پدری پر محمول کرنا درست نہیں۔

بخاری شریف میں ہے:

اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فله اجران واذ حکم فاجتھد ثم اخطاء فله اجرٌ(05)

"جب فیصلہ کرنے والا اجتہاد کرے اور وہ صحیح ہو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب فیصلہ کرتے ہوئے اجتہاد کرے پھر اس سے خطا ہو تو اس کے لیے ایک اجر ہے"۔

4- البدایہ میں ہے:

ولما کان یتوسّم فیه من النّجابة الدنیویة، وسیما اولاد الملوک ومعرفتھم بالحروب وترتیب الملک والقیام بابّھته، وکان یظن انه لا یقوم احد من ابناء الصحابة فی ھذا المعنی مقامه، ولھذا قال لعبد اللہ بن عمر فیما خاطبه به: انی خفت ان اذر الرعیة من بعدی کالغنم المطیرة لیس لھا راع(06)

''اس کی دنیاوی شرافت و اصالت کی بنا پر اور خصوصاً وہ جو بادشاہوں کی اولاد میں فنونِ جنگ، نظمِ مملکت سے واقفیت اور شاہانہ کروفر کی اہلیت ہوتی ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سمجھتے تھے کہ اس معنیٰ میں صحابہ کی اولاد میں کوئی دوسرا نہیں ہے جو کاروبار مملکت سنبھال سکے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے انہوں نے فرمایا تھا کہ میں (ولی عہد نہ بنانے کی صورت میں) ڈرتا ہوں کہ رعیت کو اپنے بعد ایسے چھوڑ کر جاؤں جیسے بارش میں بکریاں کہ جن کا کوئی چرواہا نہ ہو''۔

اسی وجہ سے انہوں نے یزید کو ولی عہد بنایا ورنہ آپ بر سر منبر خطبہ میں یہ دعا نہ مانگتے:

اللّٰھمّ ان کنت تعلم انّی ولّیته لانّه فیما اراہ اھل لذالك فأتمّ له ما ولّیته وان کنت تعلم انّی انّما تتمّ ولّیته لانّی أُحبّه فلا تتمّ له ما ولّیته (07)

''اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ میں نے اسے اہل ہونے کی وجہ سے ولی عہد بنایا ہے تو اس ولایت کو تکمیل تک پہنچا۔ اگر میرا یہ کام اس لیے ہے کہ مجھے اس سے محبت ہے تو پھر تُو اسے پورا نہ ہونے دے''۔

س 2: اگر یزید فاسق و فاجر تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی امارت کو کیوں قبول کیا؟

ج: حامیانِ یزید کا یہ دعویٰ تو قطعاً باطل ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سوا دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یزید کی امارت کو قبول کر لیا تھا۔

حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت منذر بن زبیر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن ابی عمر، حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہم جیسے جید اکابر کے انکار کے باوجود وہ اس کی امارت پر کلی اجماع و اتفاق کا جھوٹ بولنے پر نہ جانے کیوں بضد

ہیں۔ ہاں یہاں تک درست ہے کہ بہت سے افراد نے اس کی امارت کو قبول کر لیا تھا یا خاموشی اختیار کر لی تھی۔

تسلیم وانکار کا دیانت دارانہ تجزیہ واضح کرتا ہے کہ دونوں طرف کے صحابہ کرام ﷡ کا موقف مختلف ہونے کے باوجود بالکل اسی طرح منطقی اور جائز ہے جس طرح دین وشریعت کے دیگر بہت سے فقہی مسائل میں مجتہدین عظام اور فقہاء کرام بلکہ صحابہ کرام ﷡ کے مابین اختلاف منقول ہے اور یہ تمام معتبر اور جید اصحاب اپنے اپنے نقطہ نظر کی بنیاد قرآن وحدیث کے دلائل ہی پر رکھتے ہیں۔

زیرِ گفتگو مسئلہ میں بھی اُمت کے ان اصحابِ علم نے دو مختلف موقف اور راہیں اختیار کی ہیں۔ ان دونوں نقطہ ہائے نظر کے تجزیہ سے پہلے ہم پورے اعتماد واطمینان کے ساتھ واضح کر دینے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے کہ یزید کی بیعت منعقد ہونے کی صورت میں بھی اس کی مدح وثنا اور تحسین وتوصیف کا کوئی پہلو نہیں نکلتا۔ اس لیے کہ بیعت کرنے والے صحابہ کرام ﷡ میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ یزید خلافت کے لیے ضروری اعلیٰ اوصاف کا حامل ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا اس منصب کا اہل شخص موجود نہیں۔

رہا ان کا یزید کو اچھا نہ سمجھنے کے باوجود اس کی امارت کو تسلیم کر لینا یا خاموشی اختیار کر لینا، تو اس کی وجہ مندرجہ ذیل ہے:

ان کے نزدیک برے سے برا شخص بھی مسندِ خلافت پر قابض ومسلّط ہو جائے تو اس کے خلاف خروج کرنے اور ہتھیار اٹھا لینے کی بجائے صبر وطاعت کی راہ اختیار کرنے کی شرعی گنجائش موجود ہے۔

ان کے موقف کی بنیاد مندرجہ ذیل قسم کی احادیثِ مبارکہ پر ہے:

01- حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: الا من ولی والٍ علیه فراٰہ یاتی

شیئا من معصیة الله فلیکره ما یاتی من معصیة الله ولا ینزعنّ یداً من طاعةٍ)[08]

"خبردار! جس پر کوئی امیر والی ہو۔ پھر اس میں اللہ کی نافرمانی کا کوئی معاملہ دیکھے تو اس کو تو ناپسند کرے اور اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے"۔

02- حضرت سلمہ بن یزید نے حضور ﷺ سے سوال کیا: یا نبی اللہ ارأیت ان قامت علینا امراء یسئلونا حقھم و یمنعون حقنا فما تامرنا قال اسمعوا و اطیعوا فانما علیھم ما حُمّلوا و علیکم ما حمّلتم)[09]

"اے اللہ کے نبی! بھلا فرمائیے تو اگر ہم پر ایسے امراء مسلّط ہو جائیں جو ہم سے اپنا حق تو طلب کریں اور ہمارا حق ہم سے روک دیں تو ایسی حالت میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: سنو اور اطاعت کرو کیونکہ ان پر ان کے اعمال کا بوجھ ہے اور تم پر تمہارے اعمال کا"۔

03- حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: تکون بعدی ائمة لا یھتدون بھدای و لا یستنّون بسُنّتی و سیقوم فیھم رجال قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان انسٍ قال قلت کیف اصنع یا رسول اللہ ان ادرکت ذٰلک قال تسمع و تطیع و ان ضرب ظھرک و اخذ مالک فاسمع و اطع)[10]

"میرے بعد ایسے امراء ہوں گے جو میری ہدایت پر نہیں ہوں گے اور نہ میری سنت پر عمل پیرا ہوں گے اور عنقریب ان میں ایسے افراد بھی کھڑے ہوں گے کہ اُن کے انسانی جسموں میں دل شیطانوں کے ہوں گے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اگر میں اُن کو پاؤں تو پھر کیا کروں؟ فرمایا: سنو اور مانو! اگرچہ تمہاری پیٹھ پر مارا جائے اور تمہارا مال چھین لیا جائے"۔

04- یہاں تک کہ ظلم و جبر کے باعث کسی کو اپنی زبان سے ناچار کوئی کلمہ کفر کہنا پڑ جائے جب کہ اس کا دل اس کلمہ کفر کو برا سمجھے اور ایمان پر مطمئن ہو تو اس کے لیے معافی ہے جیسا کہ سورۃ نحل:106 میں واضح ہے۔

احکامِ شریعت کی رُو سے اسے رخصت پر عمل کرنا کہتے ہیں۔

جب کہ دوسری طرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت نہ کر کے قرآن و حدیث کے عزیمت والے احکام و تعلیمات کی پیروی کی ہے۔

ملاحظہ ہوں چند احادیثِ مبارکہ:

01- حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

افضل الجهاد من قال كلمة حق عند السّلطان الجابر (11)

"افضل جہاد اس کا ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہے"۔

02- حضرت عمرو بن ہیثم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما من قوم يعمل فيهم بالمعاصي ثم يقدرون على ان يّغيّروا ثم لا يغيّرون الّا يوشك ان يعمّهم الله بعقاب (12)

"ہر وہ قوم جس میں گناہ ہونے لگ جائیں پھر اس قوم کے لوگ جو گناہ کو نیکی سے بدلنے کی طاقت رکھتے ہوں نہ بدلیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان سب پر عذابِ عام نازل کر دے"۔

03- حضرت ابو سعیدؓ سے مروی اس حدیثِ مبارکہ میں عزیمت و رخصت دونوں راہوں کا بیان ہے:

من رّای منکم منکراً فلیغیّرہ بیدہ فان لّم یستطع فبلسانہ و ان لّم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان)[13]

"تم میں سے جو شخص بھی کوئی برائی دیکھے تو چاہیے کہ وہ اپنی قوتِ بازو سے اسے بدلے (نیکی سے) اور اگر وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو دل سے بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے"۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں میں ایک جیسی طاقت و ہمت اور جراُت و بہادری ودیعت نہیں فرمائی اس لیے احکامِ شریعت میں تمام لوگوں کو مدِّنظر رکھتے ہوئے دونوں طرح کی راہیں رکھی گئی ہیں تاکہ ہر شخص اپنی طاقت و ہمت کے مطابق راہ اختیار کرلے۔ تندرست اور بیمار افراد کی نماز میں اسی لیے بعض فرق رکھے گئے ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفساً اِلَّا وُسعَهَا . . .   {البقرہ:286}

"اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ (احکام کی) ذمہ داری نہیں ڈالتا"

چوں کہ یزید کی امارت تسلیم کرنے اور نہ کرنے والے دونوں قسم کے اصحاب میں مجتہد (شریعت کے ماہر) تھے اس لیے فیصلہ مختلف ہونے کے باوجود ان میں سے کسی کو بھی مطعون نہیں کیا جاسکتا۔

ابن خلدون لکھتے ہیں:

"دیکھیے تو یہ دونوں فریق اپنے اپنے اجتہاد میں راستی پر تھے۔ کسی کی رائے

سے انکار یا اس کی خطا نہیں کہی جا سکتی۔ کیونکہ دونوں فریق کی خیر اندیشی اور حق پرستی مشہور و معروف ہے"(14)۔

"انہوں نے برائے خود یزید پر اگرچہ وہ فاسق تھا، بغاوت کو لازم نہ سمجھا۔ اس لیے کہ خروج کرنے میں صریح فتنہ و خون ریزی کا یقین تھا۔ اس لیے وہ لوگ اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہے۔ نہ حضرت امام کی پیروی کی اور نہ اُن کی رائے سے مخالفت کی اور نہ آپ کو غلط کار کہا۔ اس لیے کہ سب جانتے تھے کہ حضرت امام سب سے زیادہ اجتہاد کی قابلیت رکھتے ہیں"(15)۔

س 3: متعدد خیر خواہ اصحاب کا حضرت امام حسینؓ کو کوفہ کی طرف جانے اور یزید کے خلاف خروج کرنے سے روکنا، کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ وہ یزید کی خلافت کو جائز اور حضرت امام حسین کے اقدام کو ناجائز سمجھتے تھے؟

ج: آیئے دیکھتے ہیں کہ حضرت امام کو منع کرنے والوں نے آپ سے کیا کہا؟

جب حضرت امام مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہونے لگے تو آپ کے بھائی محمد بن حنفیہؓ نے کہا:

یااخی، انت احب الناس الیّ و اعزهم علی، و لست أدخر النصیحة لأحد من الخلق أحق بها منک، تنح بتبعتک عن یزید بن معاویة و عن الأمصار ماستطعت ثم ابعث رسلک الی الناس فادعهم الی نفسک فان بایعوا لک حمدت الله علی ذلک و ان اجمع الناس علی غیرک لم ینقص الله بذلک دینک و لا عقلک و لا یذهب به مروءتک و لا فضلک، انی اخاف ان تدخل مصراً من هذه الامصار و تاتی جماعة من الناس فیختلفون بینهم فمنهم

طائفة معک و أخری علیک فیقتلون فتکون لاول الأسنة، فاذا خیر ھذہ الامة کلھا نفساً و أباً و اماً أضیعھا دماً و أذلھا اھلاً)[16]

”بھائی میں تم سے زیادہ کسی کو محبوب اور عزیز نہیں رکھتا اور تمام خلقِ خدا میں کسی کو اس کا مستحق نہیں سمجھتا کہ اس کے ساتھ آپ سے زیادہ خیر خواہی کروں۔ لہٰذا میرا مشورہ یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے آپ یزید کی بیعت اور کسی مخصوص شہر کے ارادہ سے الگ رہیں اور دیہات ریگستان میں قیام کریں اور لوگوں کے پاس اپنے قاصد بھیج کر ان کو اپنی بیعت کی دعوت دیں۔ اگر وہ لوگ بیعت کر لیں تو آپ اس پر اللہ کا شکر کریں اور اگر وہ کسی اور شخص پر متفق ہو جائیں تو اس سے آپ کے اوصاف و کمالات اور فضیلت میں اللہ کچھ کمی نہ آنے دے گا۔ مجھے خوف ہے کہ ان حالات میں اگر آپ کسی مخصوص شہر یا کسی مخصوص جماعت کے پاس جائیں گے تو ان میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ ایک گروہ آپ کے ساتھ ہوگا اور دوسرا آپ کے خلاف۔ پھر ان دونوں میں جنگ و جدال کی نوبت آئے گی اور سب سے پہلے آپ ان کے نیزوں کا نشانہ بنیں گے۔ ایسی صورت میں ایک معزز اور شریف ترین شخص جو بہ لحاظ حسب و نسب اس ساری اُمت سے بہتر ہے، اس کا خون سب سے زیادہ ارزاں ہو جائے گا اور اُس کے اہل و عیال کو ذلیل کیا جائے گا“۔

حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ نے کہا:

خار اللہ لک و جعلنا فداک فاذا انت اتیت مکة فایاک ان تقرب الکوفة فانھا بلدة مشئومة بھا قتل ابوک وخذل

اخوک واغتیل بطعنة کادت تاتی علی نفسه الزم الحرم فانک سید العرب، لا یعدل بک واللہ اهل الحجاز احداً و یتداعی الیک الناس من کل جانب لا تفارق الحرم فداک عمی و خالی فواللہ لئن هلکت لنسترقن بعدک (17)

"اللہ آپ کو خیر و عافیت سے رکھے اور ہمیں آپ پر فدا کرے۔ جب آپ مکہ پہنچ جائیں تو کوفہ کا ہرگز ارادہ نہ فرمائیں کیوں کہ وہ ایک منحوس شہر ہے وہیں آپ کے والد ماجد شہید ہوئے اور وہیں آپ کے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بے یار و مدد چھوڑ دیا گیا اور ان پر برچھی کا وار کیا گیا۔ قریب تھا کہ وہ جاں بحق تسلیم ہو جاتے، آپ مکہ ہی میں رہیں، اس کو نہ چھوڑیں۔ آپ عرب کے سردار ہیں۔ اہل حجاز آپ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس آئیں گے۔ میرے چچا اور ماموں آپ پر نثار ہوں، آپ حرم کعبہ کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ خدا کی قسم! اگر خدانخواستہ آپ قتل ہو گئے تو آپ کے بعد ہم سب غلام بنائے جائیں گے"۔

حضرت عمر بن عبدالرّحمان مخزومی رضی اللہ عنہ نے کہا:

انه قد بلغنی انک ترید المسیر الی العراق، و انی مشفق علیک من مسیرک، انک تاتی بلداً فیه وأمراؤه و معهم بیوت الاموال و انما الناس عبید لهذا الدرهم و الدّینار و لا آمن علیک ان یقاتلک من وعدک نصره و من انت احب الیه ممن یقاتلک معه، فقال الحسین: جزاک اللہ خیراً (18)

''چونکہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ عراق جانے کا ارادہ فرمارہے ہیں، میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ جہاں اس حکومت کے امراء وعمال موجود ہیں جس کے قبضے میں بیت المال کا خزانہ ہے اور آپ جانتے ہیں عوام تو درہم و دینار کے بندے ہوتے ہیں۔ اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ جن لوگوں نے آپ کو بلایا اور آپ کی نصرت کا وعدہ کیا ہے وہی مال و دولت کے طمع ولالچ میں آکر آپ سے لڑیں گے اس لیے آپ کوفہ نہ جائیں۔
آپ نے ان کے ہم دردانہ مشورہ کا شکریہ ادا کیا اور ان کو دعا دی''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

فانی أعیذک باللہ من ذلک اخبرنی رحمک اللہ! اتسیر الی قوم قد قتلوا امیرھم وضبطوا بلادھم ونفوا عدوھم؟ فان کانوا قد فعلوا ذلک فسر الیھم وان کانوا انما دعوک الیھم و امیرھم علیھم قاھر لھم و عمالہ تجبی بلادھم فانھم انما دعوک الی الحرب والقتال ولا آمن علیک أن یغررک و یکذبوک و یخالفوک و یخذلوک و ان یستنفرو الیک فیکونوا اشد الناس علیک)(19

''آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ ایسا نہ کیجیے۔ البتہ اہل کوفہ نے موجودہ حکومت کے حاکم کو قتل اور اپنے دشمنوں کو وہاں سے نکال دیا ہوتا اور حالات پر ان کا پورا پورا قابو ہوتا تو آپ کا جانا درست تھا لیکن اگر انہوں نے آپ کو ایسی حالت میں بلایا ہے کہ ان کا امیر اُن میں موجود ہے اور اس کی حکومت

قائم ہے اور اس کے عمال خراج وصول کرتے ہیں تو انہوں نے آپ کو صرف جنگ وجدال کے لیے بلایا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ یہ بلانے والے آپ کو دھوکہ دیں گے، جھٹلائیں گے، آپ کی مخالفت کریں گے اور آپ کو چھوڑ دیں گے بلکہ حکومتِ وقت سے مل کر آپ سے لڑیں گے اور سب سے بڑے دشمن ثابت ہوں گے''۔

آپ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو منع کرنے والے اصحاب کے بیانات تفصیلاً ملاحظہ فرمائے، کیا کسی ایک نے بھی آپ کے اقدام کو خلافِ شریعت قرار دیا اور کسی ایک نے بھی یزید کی تحسین وتوصیف کی اور اسے اچھا بتایا؟

بلکہ اس کے برعکس انہوں نے کوفیوں کے حالات کی بناء پر آپ کو روکنے کی خیر خواہانہ کوشش کی یہاں تک کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے واضح طور پر کہا:

انّ اھل العراق قوم غدر فلا تقربنّھم [20]

''بے شک عراقی غدار اور دھوکے باز لوگ ہیں تو آپ ہرگز ان کے قریب نہ جائیں''۔

س 4: متعدد خیر خواہ اصحاب کے بھرپور منع کرنے کے باوجود حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا فیصلہ کیوں برقرار رکھا؟

ج: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اصرار کی چند وجوہات درج ذیل ہیں:

1- جب اہل کوفہ کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کا علم ہوا تو انہوں نے آپ کو بہت بڑی تعداد میں خطوط لکھے جن میں یزیدی اقتدار سے نجات دلانے کی التجا کی گئی تھی۔

جب آپ نے دیکھا کہ لوگ یزید کی غلامی کا طوق اتار پھینکنے اور آپ کے ہاتھ پر

بیعت کرنے کے لیے تیار ہیں تو آپ کے سامنے دو راستے تھے، ایک یہ کہ آپ اندیشوں اور متوقع خطرات سے پیشگی ڈرتے ہوئے خاموشی اختیار کرلیں اور اہل عراق کو یزید کے حوالے ہی رہنے دیں...... یا...... یہ کہ اپنے نانا، داعی اعظم، حضور مصطفیٰ کریم ﷺ اور آپ کے اصحابِ قدسیہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی راہ پر چلتے ہوئے خطرات کی پرواہ نہ کریں اور اسلام کے عادلانہ نظام کو یزید کی دست برد سے محفوظ کرنے کے لیے جرأت مندانہ کردار ادا کریں۔

آپ بتائیے کہ رسولِ خدا ﷺ کے نواسے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پالے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وارث کو کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے تھا، رخصت کا راستہ یا عزیمت کا؟

اگر آپ اپنی جان کی فکر کرتے اور ممکنہ خطرات سے ڈرتے ہوئے اہل کوفہ کو مثبت جواب دینے کی بجائے مایوسی کے حوالے کردیتے تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیا جواب دیتے؟ سو آپ نے اپنے مقام ومرتبہ اور صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے عزیمت کا راستہ چن لیا اور بے شک یہی افضل ترین راستہ ہے اور یہی آپ کے شایانِ شان۔ اس لیے کہ آپ کے بارے میں خود حضور ﷺ نے فرمایا تھا:

واما الحسین فله جرأتي وجودي[21]

”اور حسین کے لیے میری جرأت اور سخاوت ہے“۔

2- آپ علم اور تفقہ کے اعتبار سے مجتہد کے عالی مقام پر فائز تھے اور جب مجتہد کسی معاملہ میں ایک رائے قائم کرلیتا ہے تو اسے اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ہوتا ہے۔

3- آپ کی شخصیت اور آپ کے فیصلوں پر اعتراض کرنے والوں کو یہ بھی مدِ نظر رکھنا چاہیے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جو قدم اُٹھایا، اس کا محرک اقتدار کی ہوس نہ تھی بلکہ آپ نے ایسا اپنے نانا رسولِ خدا ﷺ کے حکم وہدایت پر کیا تھا جیسا کہ خود آپ کے پرعزم بیان سے ثابت وواضح ہے جسے معتبر محدِّثین ومؤرخین نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔

جب کوفہ کے سفر سے منع کرنے والے خیر خواہ اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ آپ اپنے ارادے پر بہر صورت عمل کرنے کے لیے اتنے مصر کیوں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

اِنِّیْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فِی الْمَنَامِ وَقَدْ اَمَرَنِیْ فِیْھَا بِاَمْرٍ وَاَنَا مَاضٍ لَّہٗ عَلَیَّ کَانَ اَوْلِیْ فَقَالَا وَمَا تِلْکَ الرُّؤْیَا؟ قَالَ مَا حَدَّثْتُ بِھَا حَتّٰی اَلْقٰی رَبِّیْ۔ (22)

"میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور آپ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا، میں اس پر قائم ہوں اور عمل کرنے جا رہا ہوں چاہے نتیجہ میرے خلاف ہو یا میرے حق میں۔ تو یحییٰ ابن سعید اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے سوال کیا: وہ خواب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں نے نہ کسی کو (اب تک) بتایا ہے اور نہ آئندہ بتاؤں گا یہاں تک کہ میں اپنے رب تعالیٰ سے جا ملوں"۔

ضدّی معاند سمجھے نہ سمجھے، حضرت امام حسین کی عظمت اور سچائی کا دم بھرنے والوں کو یقیناً اطمینان حاصل ہوا ہوگا کہ آپ نے کوفہ روانگی کا فیصلہ کیوں تبدیل نہیں کیا اور بعد میں پیش آنے والے واقعات میں آپ صبر و استقامت کا پہاڑ کیسے بنے رہے۔

کاش اس تفصیل اور اس کے علاوہ حضرت امام کے مختلف مواقع و مقامات پر دیے گئے خطبات سے وہ غیر محتاط نام نہاد سکالرز بھی نصیحت حاصل کریں جو حضرت امام رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ، آپ کے زہد و تقویٰ اور آپ کے صدق و صفا ہر چیز کو نظر انداز کر کے نجی محفلوں کے علاوہ میڈیا پر بھی اپنے بُغض کا اظہار کرتے ہوئے یہ تک کہنے سے باز نہیں آتے کہ آپ نے یہ سب کچھ اقتدار کی ہوس پوری کرنے کے لیے کیا اور یہ دو شاہزادوں کی اقتدار کی جنگ تھی، اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

س 5: اگر حضرت امام رضی اللہ عنہ یزید سے اسلام اور اس کے عادلانہ نظام کو بچانے کے لیے نکلے

تھے تو آپ نے یزیدی فوج سے دوسری باتوں کے علاوہ یہ درخواست کیوں کی تھی کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو تا کہ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں؟

ج: یہ جملہ بھی اس روایت کا حصہ ہے جسے آپ سے منسوب کر کے کتب تاریخ میں نقل کیا گیا ہے۔ جو لوگ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے علمی مقام و مرتبہ، آپ کی سچائی، للّٰہیت اور خلوص کے قائل ہیں، ان کو اس پر پورا یقین و اطمینان ہے کہ آپ نے روانگی کا سفر خوب سوچ سمجھ کر بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم و ہدایت پر اختیار کیا تھا اور یہ کہ آپ عزم و استقلال، جرأت و بہادری اور صبر و استقامت کے ایک کوہِ گراں تھے جیسا کہ واقعہ کربلا سے ثابت ہے تو آپ سے کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ آپ یزید کی بیعت کرنے پر تیار ہو گئے تھے۔

اس روایت کو اگرچہ نامور علماءِ حدیث و تاریخ نے اپنی کتب میں نقل کیا ہے تاہم اس بات کی تصریح بھی کر دی ہے کہ یہ روایت اپنی سند کے ضعف اور عدمِ اتصال کے باعث ناقابلِ اعتبار ہے جیسا کہ اس روایت کے ایک راوی المجالد بن سعید ہمدانی کو علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام بخاری اور یحییٰ بن سعید کے حوالے سے ضعیف اور ناقابلِ اعتبار قرار دیا ہے۔

متعلقہ عبارات ملاحظہ ہوں:

قال الدوری عن ابن معین لا یحتج بحدیثہ و قال ابن خثیمہ عن ابن معین ضعیف واھی الحدیث... قال نسائی لیس بالقوی و ذکر الاشج انہ شیعی... قال ابن سعد کان ضعیفاً فی الحدیث... قال احمد یرفع کثیراً من ما لا یرفعہ الناس لیس بشیئ... قال الدار قطنی: ضعیف قال البخاری کان یحیٰ بن سعید یضعفہ و کان ابن مھدی لا یروی عنہ (24,23)

"الدوری نے ابن معین کے حوالے سے کہا کہ اس روایت سے استدلال نہیں کیا جاتا اور ابن خثیمہ نے ابن معین کے حوالے سے اسے ضعیف اور فضول و بے بنیاد روایت بیان کرنے والا کہا۔ نسائی نے کہا: اس کی کوئی مضبوطی نہیں اور اشج نے اسے شیعہ کہا...... ابن سعد نے اسے حدیث میں ضعیف قرار دیا...... احمد نے کہا کہ وہ اکثر ایسے راوی سے روایت کرتا ہے جس سے لوگ بالکل روایت نہیں لیتے...... دار قطنی نے ضعیف کہا۔ بخاری نے کہا کہ یحییٰ بن سعید نے اسے ضعیف قرار دیا اور ابن مہدی اس سے روایت نہیں لیتے تھے"۔

اس لیے محدث ابن جوزی لکھتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ بعض نسخوں میں آیا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے کہا کہ مجھے چھوڑ دو تا کہ میں مدینہ چلا جاؤں یا مجھے یزید کے پاس جانے دو تا کہ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ دوں ...... ولا یصح ذالک عنہ[25]...... لیکن اس میں سے کچھ بھی صحیح نہیں ہے"۔

حافظ ابن کثیر بھی ان الفاظ کو محض لوگوں کا گمان قرار دیتے ہیں:

ولکن ظنّ بعض النّاس انہ سألہ ان یذھب معہ الی یزید بن معاویہ[26]

"لیکن بعض لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عمر بن سعد سے سوال کیا تھا کہ مجھے یزید کے پاس لے چلو"۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قریبی رفیق عقبہ بن سمعان کہتے ہیں:

صحبت الحسین من المدینۃ الی مکۃ و من مکۃ الی العراق ولم

افارقه حتی قُتل وسمعت جميع مخاطباته للناس الى يوم مقتله فوالله ما اعطاهم ما يتذاكر الناس انه يضع يده في يد يزيد، ولا ان يسيره الى ثغر من ثغور المسلمين، ولكنه قال: دعوني ارجع الى المكان الذي اقبلت منه او دعوني اذهب في هذه الارض العريضة حتى ننظر الى مايصير اليه امر الناس فلم يفعلوا)[27]

''میں مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے عراق تک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا اور آپ سے کبھی جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ کو شہید کر دیا گیا اور میں نے آپ کی شہادت کے دن تمام خطبات سنے ہیں جو آپ نے لوگوں کو دیے۔ اللہ کی قسم، انہوں نے کسی بھی مقام پر نہیں کہا کہ وہ اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دیں گے اور نہ یہ کہا کہ وہ مسلمانوں کی کسی سرحد کی طرف نکل جائیں گے۔ بلکہ آپ نے کہا: مجھے چھوڑ دو، میں اللہ کی وسیع زمین میں کہیں چلا جاؤں یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں کہ لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں''۔

ایک الزامی سوال:

اگر غلامانِ یزید مندرجہ بالا حقائق کو نظر انداز کر کے ''ہم نہ مانیں'' کی رٹ سے باز نہ آئیں تو بتایا جائے کہ......

اگر آپ یزید کی بیعت کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے تو پھر آپ کی پیش کش کو کیوں رد کر دیا گیا اور پھر معرکہ کربلا کیوں برپا ہوا اور یزید کی فوجوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم کو کیوں شہید کیا؟

اگر تنزل کے طریقے پر اس روایت کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو کیا اس جملے کا یہ مطلب لینا مناسب نہیں کہ مجھے یزید کے پاس جانے دو تا کہ میں اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یعنی

بالمشافہ آمنے سامنے بات کروں۔ حضرت امام ؓ کی جرأت و استقامت اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کو سامنے رکھا جائے تو یہ مطلب لینے میں کیا امر مانع ہے اور اس میں اعتراض کی کیا گنجائش ہے؟

س 6: یزید کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ اور حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید پر لعنت کرنے سے کیوں منع کیا ہے؟

ج: یزید کے بارے میں مندرجہ ذیل تین طرح کا موقف پایا جاتا ہے۔

پہلا موقف:

حضرت امام احمد بن حنبل، محدث ابن جوزی، امام کیاّ ہراسی شافعی رحمۃ اللہ علیہم جیسے متعدد اکابر علماء یزید کو کافر اور اس کا نام لے کر لعنت کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کے دلائل کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:

1- جب حضرت امام حسین ؓ کا سرِ اقدس یزید کے دربار میں رکھا ہوا تھا تو یزید نواسہ رسول کے ہونٹوں پر چھڑی مارتا تھا، اس نے قتل حسین پر فخریہ اشعار پڑھے، ابتداءً خوشی کا اظہار کیا، ابن زیاد بدنہاد اور دیگر مجرموں سے حضرت امام اور دیگر رفقاء کے قتل کا قصاص نہ لیا بلکہ کسی کو معزول تک نہ کیا اور بعد ازاں مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والے لشکر کی قیادت کے لیے پھر ابنِ زیاد جیسے ظالم سنگ دل کو آمادہ کرنے کی کوشش کی...... یہ سب اطوار و اقدامات یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ یزید قتلِ حسین سے نہ صرف رضا مند تھا بلکہ دیگر مجرموں کے ساتھ پورا پورا ذمہ دار و قصوروار تھا اور یوں اس نے محبوب خدا، حضور پرنور ﷺ کو اذیت پہنچائی ہے جس پر قرآن مجید میں صریح لعنت وارد ہے (الاحزاب: 57)۔

2- حضرت امام حسین ؓ کے سرِ اقدس کو دیکھ کر یزید نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے جو اس کے کفر کی واضح دلیل ہیں:

لیت اشیاخی ببدر شہدوا　　　جزع الخزرج من وقع الاسل

فاھلّوا و استھلّوا فرحاً ثم قالوا الی ھنیاً لاتسل

قد قتلنا الضّعف من اشرافھم وعدلنا میل بدرٍ فاعتدل

نفلّق ھاماً من رجال اعزّہ علینا وھم کانوا اعقّ واظلما(28)

''اے کاش میرے بزرگ جو بدر میں مارے گئے، وہ زندہ وموجود ہوتے جنہوں نے نیزوں کے پڑنے میں خزرج کا جزع دیکھا تھا۔تو وہ ضرور خوش ہوتے ہوئے آتے، پھر مجھے با آواز بلند کہتے کہ تیرے ہاتھ سلامت رہیں۔ہم نے ان کے کئی سرکردہ لوگوں کو قتل کردیا ہے اور ہم نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے، اس لیے حساب برابر ہوگیا ہے۔ہم نے تلواروں سے ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں پھاڑ دی ہیں جو ہم سے زیادہ زورآور تھے اور وہ بہت زیادہ سرکش اور ظالم تھے''۔

کیا قارئین جانتے ہیں کہ یزید نے نواسہ رسول کے قتل سے اپنے کن بزرگوں کا بدلہ لیا اور اس کے بزرگ کن کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے تھے؟

یہاں یزید نے اپنے اُن کافر بزرگوں کا حوالہ دیا ہے جنہیں پیغمبر اسلام ﷺ کی امارت وقیادت میں اسلامی لشکر نے جہنم واصل کیا تھا۔

جن کے نزدیک یزید کے مندرجہ بالا اشعار ثابت ہیں، کیا وہ اُسے کافر و لعنتی قرار نہیں دیں گے؟

3- یزید نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا، وہاں صحابہ کرام اور دیگر اہلِ ایمان رضی اللہ عنہم کو خوف میں مبتلا کروایا بلکہ صحابہ وتابعین کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کیا، لُوٹ مار کی، مسلمان خواتین کی آبروریزی کی، مسجد نبوی میں نماز و جماعت معطل کردی اور گھوڑے باندھے جو وہاں لید اور پیشاب سے مسجد کو آلودہ کرتے رہے، یوں ایک بہت بڑا فساد برپا کیا۔ان میں سے ہر جرم ایسا ہے

جس پر قرآن وحدیث میں صریح لعنت وارد ہوئی ہے۔

4- مدینہ منورہ میں ظلم وستم کی داستان رقم کرنے کے بعد مکہ مکرمہ پر حملہ کیا، بیت اللہ شریف پر پتھر پھینکے، کعبہ کا غلاف جلا ڈالا اور اہلِ ایمان کو قتل کیا......

5- شراب نوشی اور محرم کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دے کر اللہ تعالیٰ کے حرام کو حلال ٹھہرایا۔

یہ اس کے کافر اور لعنتی ہونے کی واضح وجوہات ہیں۔

دوسرا موقف:

یزید کو کافر قرار دینا اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔

چوں کہ یہ موقف حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بڑی شد و مد سے پیش کیا جاتا ہے اور ان کے موقف کو بنیاد بنا کر یزید کو پاک باز و پارسا ثابت کرنے کی ناکام ونا محمود کوشش کی جاتی ہے۔ اس لیے قارئین سے گزارش ہے کہ اس وضاحت کو کامل توجہ سے پڑھنے اور سمجھنے کی اشد ضرورت ہے تاکہ حامیانِ یزید کی چالاکی اور سینہ زوری سمجھنے میں آسانی ہو۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ اس سلسلہ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف کیا ہے اور اس کی کیا وجوہات ہیں؟

1- بنیادی طور پر یہ بات واضح رہے کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مسئلہ یزید اور اس پر لعنت بھیجنے یا نہ بھیجنے کا نہیں ہے بلکہ ان کا موقف ہے کہ کسی بھی شخص کا نام لے کر اس پر لعنت بھیجنا جائز نہیں اگرچہ اس شخص سے کفر ہی کیوں نہ صادر ہوا ہو۔

ملاحظہ فرمایئے درج ذیل عبارت:

الثالثة اللعن للشخص المعيّن و هذا فيه خطر كقولک زيد لعنه اللہ

وھوا کافر او فاسق او مبتدع اما شخص بعینہ فی زماننا کقولک زید لعنہ اللہ وھو یھودی مثلا فھذا فیہ خطر فانہ ربما یسلم)[29]

''تیسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص کا نام لے کر اُس پر لعنت کرے، یہ محلِ خطر ہے۔ مثلاً زید اگر کافر یا فاسق یا بدعتی ہے تو اس طرح نہیں کہنا چاہیے کہ زید پر لعنت ہے۔ اوراس زمانہ کے کسی شخصِ معیّن پر گو وہ کافر ہی کیوں نہ ہو مثلاً زیاد پر جو یہودی ہے اللہ کی لعنت ہو، یہ اچھا نہیں۔ اس میں احتمال خطرہ ہے اس لیے کہ شاید وہ مرنے سے پہلے توبہ کر لے اور مسلمان ہو جائے''۔

یہاں تک کہ وہ ابلیس پر بھی اس کا نام لے کر لعنت کرنے سے گریز کا مشورہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہے:

وعلی الجملۃ ففی لعن الاشخاص خطر فلیجتنب و لا خطر فی السکوت عن لعن ابلیس مثلاً فضلاً عن غیرہ فان قیل ھل یجوز لعن یزید لانّہ قاتل الحسین او آمر بہ قلنا ھذا الم یثبت اھلاً فان قیل فھل یجوز ان یّقال قاتل الحسین لعنۃ اللہ او الامر بقتلہ لعنہ اللہ۔ قلنا الصواب: ان یقال قاتل الحسین ان مات قبل التوبۃ لعنہ اللہ لانہ یحتمل ان یموت بعد التوبۃ)[30]

''حاصل کلام یہ ہے کہ معیّن لوگوں پر لعنت کرنے میں خطرہ ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور اگر کوئی بالفرض شیطان پر بھی لعنت نہ کرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہیں۔ شیطان سے بڑھ کر کوئی اور کیا ہوگا۔ پھر اگر کوئی کہے کہ یزید نے حضرت امام رضی اللہ عنہ کو قتل کیا یا اس نے قتل کی

اجازت دی تو اس کو لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ قتل و اجازتِ قتل یہ دونوں باتیں بالکل پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بھی کہنا جائز ہے یا نہیں کہ امام حسین کے قاتل یا قتل کی اجازت دینے والے پر اللہ کی لعنت ہو؟ تو ہم کہتے ہیں کہ درست یہ ہے کہ یوں کہے کہ اگر قاتل یا اجازت دینے والا توبہ سے پہلے مرا ہو تو اس پر اللہ کی لعنت کیونکہ یہ احتمال ہے کہ شاید توبہ کر کے مرا ہو"۔

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یزید بے دولت از اصحاب نیست در بدبختیٔ او کرا سخن است کارے کہ آں بدبخت کردہ ہیچ کافر فرنگ نہ کند۔ بعضے از علماء اہلِ سنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آنکہ از وَے راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند[31]۔

"یزید بے دولت صحابہ کرام میں سے نہیں۔ اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے۔ جو کام اس بدبخت نے کیے ہیں کوئی کافر فرنگی بھی نہ کرے گا۔ بعض علماء اہلِ سنت جو اس کے لعن میں توقف کرتے ہیں وہ اس سبب سے نہیں کہ وہ اس سے راضی ہیں بلکہ اس رعایت سے کہ رجوع و توبہ کا احتمال ہو سکتا ہے"۔

تو یہاں پر یزیدیوں سے سوال ہے، کیا وہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ کو بنیاد بنا کر ابلیس پر بھی لعنت بھیجنا ناجائز قرار دیتے اور اسے پاک باز و پارسا ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں؟

2- یزید پر لعنت نہ کرنے کی دوسری وجہ جاننے کے لیے درجِ ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

و انما اوردنا ھذا اتھاون النّاس بِاللّعنته و اطلاق اللّسان بھا والمومن لَیس بلعان فلا ینبغی ان یطلق اللّسان باللغة الا علی من

مات علی الکفر او علی الاجناس المعروفین باوصافھم دُون الاشخاص المعین)[32]

''اور ہم نے جو یزید کی لعنت کا یہاں ذکر کیا ہے تو اسی لیے کیا کہ لوگ لعن کے باب میں جھٹ پٹ زبان کھول دیتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ مومن لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔ تو چاہیے کہ جو شخص کفر پر مر گیا ہو اس کے سوا پر زبانِ لعن نہ کھولیں اور اگر لعنت کرنی ہو تو معیّن شخص کا ذکر نہ کریں وصفِ عام کے طور پر لعنت کریں''۔

تیسری وجہ: آپ فرماتے ہیں:

فالا شتغال بذکر اللّٰہ اولی فان لم یکن ففی السّکوت سلَامۃ

''اس سے تو یہی بہتر ہے کہ آدمی اللہ کا ذکر کر لے اور اگر نہ ہو سکے تو چپ ہی رہے، اس میں سلامتی ہے''[33]۔

چوتھی وجہ: علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فان قیل فمن علماء المذھب من لم یجوز اللّعن علی یزید مع علمھم بانہ یستحق ما یربو علی ذالک ویزید، قلنا تحامیاً عن یرتقی الی الاعلی فالاعلی کماھو شعار الرّوافض)[34]

''پھر اگر کہا جائے کہ بعض شافعی علماء بھی یزید پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دیتے حالاں کہ وہ جانتے ہیں کہ یزید لعنت سے بھی بڑے وبال کا مستحق ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ منع کرنا اس احتیاط کی وجہ سے ہے کہ کہیں یہ سلسلہ بڑھتا ہوا اوپر سے اوپر تک نہ پہنچ جائے جیسا کہ رافضیوں کی عادت ہے''۔

تیسرا موقف:

متعدد علماء کے نزدیک احتیاط کی راہ اختیار کرتے ہوئے یزید کو کافر قرار دینے اور اس پر لعنت بھیجنے کے معاملے میں خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔ اور یہ موقف ہے حضرت امام اعظم، امام ابوحنیفہ اور آپ کے متبعین کا جو خود تو یزید کو کافر و لعنتی کہنے سے گریز کرتے ہیں مگر کہنے والے کو منع نہیں کرتے۔

اب آخر میں جامع وضاحت کے طور پر فقیہِ عرب وعجم مفتی الشاہ احمد رضا خان اور صدر الشریعہ مفتی امجد علی، صاحب بہار شریعت (رحمۃ اللہ علیہما) کی درج ذیل عبارات پیش خدمت ہیں:

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں اہلِ سنت اس مسئلہ میں کہ از روئے فرمانِ اللہ ورسول یزید بخشا جائے گا یا نہیں؟

جواب: ''یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں۔ امام احمد وغیرہ اکابر اُسے کافر جانتے ہیں تو ہرگز بخشش نہ ہوگی۔ اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو، بالآخر بخشش ضرور ہوگی۔ اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر۔ لہٰذا یہاں بھی سکوت کریں گے''۔ واللہ تعالیٰ اعلم (35)

''یزید پلید فاسق فاجر مرتکب کبائر تھا۔ معاذ اللہ اس سے ریحانۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت، آج کل جو بعض گمراہ کہتے ہیں کہ ہمیں اُن کے مقابلہ میں کیا دخل ہے۔ ہمارے وہ بھی شہزادے وہ بھی شہزادے۔ ایسا بکنے والا مردود وخارجی، ناصبی، مستحقِ جہنم ہے۔ ہاں یزید

کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علماء اہلِ سنت کے تین قول ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک سکوت یعنی ہم اسے فاسق فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان'' (36)۔

مندرجہ بالا تصریحات سے قارئین پر واضح ہو چکا ہوگا کہ مذکورہ بحث و اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ یزید کو کافر اور لعنتی کہنا چاہیے یا نہیں؟

رہا اس کا فاسق و فاجر یعنی بڑے درجے کا گناہ گار اور بدکار ہونا تو، اس بارے میں یزید کے دور میں موجود صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ عنہم سے مابعد کے تمام معتبر آئمہ حدیث وفقہ اور نامور مورخین میں مکمل اتفاق پایا جاتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو بنیاد بنا کر یزید کے فسق و فجور کا انکار کر دینا اور اسے بے قصور و بے گناہ بلکہ پاک باز و پارسا قرار دے دینا یہاں تک کہ اپنی محبت و عقیدت اور حمایت و ہم دردی کا سارا وزن نواسہ رسول کی بجائے بدکردار یزید بے دید کے پلڑے میں ڈالنا، موجودہ دور کے یزیدیوں ہی کی ایجاد کردہ بدعت ضلالت ہے۔

اگرچہ حامیانِ یزید نے اپنے ممدوح و مخدوم یزید کو پاک باز و پارسا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی تک ثابت کرنے کے لیے دیانت و انصاف کا خون کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی (معاذ اللہ) تاہم اس کتابچہ کی واضح گزارشات کے بعد ان سے یہ سوال کرنا بالکل مناسب ہے کہ:

یزید کو فاسق و فاجر، بدکار و بدکردار قرار دینے والوں کی طویل فہرست میں یزید کے دور میں موجود صحابہ و تابعین کرام سے لے کر مابعد کے بڑے بڑے اکابرِ اُمت کے نام شامل ہیں اور یزید کے فسق و فجور پر ان کا اتفاق و اجماع منقول ہے۔ جیسا کہ امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا:

...و بعد اتفاقهم علی فسقه اختلفوا فی جواز لعنه بخصوص اسمه)[37]

"اور یزید کے فسق پر ان کے اتفاق کے بعد ان کے مابین اختلاف (صرف) یزید کا نام لے کر لعنت کرنے کے جواز کے بارے میں"۔

کیا حامیانِ یزید ان اکابرِ امت کے مقابلے میں ان کے ہم پلہ ایسے اکابر کی نشان دہی کر سکتے ہیں جنھوں نے یزید کو پاک باز و پارسا قرار دیا ہو؟

ایسے معتبر اکابرِ اُمت کی نشان دہی تو خیر وہ کیا کر سکیں گے، کیا وہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا کوئی ایسا فتویٰ و فیصلہ پیش کر سکتے ہیں جس میں آپ نے یزید کی ہلاکت تک کے اس کے کرتوتوں کو حق بجانب قرار دیا ہو یا اس کے جرموں سے اسے بری و بے قصور بتا کر اسے پاک باز و پارسا قرار دیا ہو؟

حاصلِ کلام

ہم نے واقعہ کربلا کی تفصیلات بیان کیے بغیر یزید کے شخصیت و کردار اور اندازِ حکم رانی کی حقیقی تصویر پیش کر دی ہے جسے دیکھ کر منصف مزاج قارئین پر درج ذیل حقائق واضح ہوئے:

01- مدینہ قیصر والی روایت سے یزید کے فضائل تراشنے حتی کہ اسے بخشا ہوا اور جنتی قرار دینے کی حقیقت و اصلیت بھی آشکار ہو چکی ہے۔ اگرچہ حامیانِ یزید عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے اور ان کے دلوں سے اہلِ بیتِ رسول کی محبت و عقیدت اور ان کا ادب و احترام نکال کر یزید کی محبت و عقیدت اور اس کا ادب و احترام جاگزیں کرنے کے لیے کئی اور سوالات و شبہات اچھالتے رہتے ہیں تاہم اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ یزید کی مزعومہ شان و عظمت کا ریتلا محل تعمیر کرنے کے لیے مدینہ قیصر والی روایت اُن کا سب سے بڑا ستون اور سب سے بڑا سہارا ہے تو جب یہ سہارا بھی ان کے کام نہ آیا تو اب یزید اور اس کے پیروکاروں کے پاس آخرت تو آخرت دنیا میں بھی سرِ عام ذلت و رسوائی سے بچنے کا کوئی سہارا نہ رہا۔

02- یزید کے ایامِ حکم رانی کے دوران اور اس کی ہلاکت کے بعد صحابہ کرام، تابعین عظام اور دیگر اکابرِ اُمت رحمہم اللہ کا اس روایت سے یزید کی شان و عظمت پر استدلال نہ کرنا بلکہ اُس کے فسق و فجور اور ظلم و ستم بیان کر کے اس کی شدید مذمت کرنا ایک طرف اس روایت کی حقیقت و اصلیت واضح کر دینے کے لیے کافی ہے تو دوسری طرف اس سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کی تائید اور آپ کے عزیمانہ فیصلے کی صداقت و عظمت اور پختگی کی تصدیق ہوتی ہے۔

03- یزید نہ صرف یہ کہ اہلِ بیتِ رسول کے فضائل و مناقب اور ان کی شان و عظمت کا قائل نہ تھا بلکہ اس کا دل اہلِ بیت کے خلاف بغض و عداوت سے معمور و لبریز تھا جس نے اسے اہلِ بیت پر انتہائی ظلم و ستم اور جور و جفا پر آمادہ و مجبور کیے رکھا۔

04- واقعہ کربلا میں ظلم و ستم کے جو پہاڑ توڑے گئے یہاں تک کہ نواسہ رسول اور آپ رضی اللہ عنہ

کے رفقاء کو نہایت بے دردی سے قتل کیا گیا اور شہداءِ کرام کی شدید بے حرمتی کی گئی، اس سب ظلم وجرم کی ذمہ داری جہاں ابنِ زیاد بدنہاد اور دیگر مقامی یزیدی زعماء پر ہے وہاں یزید ان سب کا محرک اور پشت پناہ ہونے کے باعث پورا پورا ذمہ دار ہے۔

05- واقعہ کربلا کے بعد مدینۃ الرّسول اور مسجدِ نبوی کی بے حرمتی، صحابہ کرام، تابعین عظام اور دیگر معززین مدینہ رضی اللہ عنہم کا قتلِ عام، عورتوں کی عصمت دری جیسے کالے کرتوت انجام دینے کے بعد یزید کے مقرر کردہ امیر مسلم بن عقبہ کا مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہونا، دورانِ سفر اس کی ہلاکت کے بعد ایسے ہی سفاک کو امیر لشکر مقرر کرنا، اس لشکر کا خانہ کعبہ پر حملہ آور ہونا اور اُسے شدید نقصان پہنچانا......ان میں سے کون سا کام ہے جسے ہلکا سمجھ کر نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ کاش حامیانِ یزید کچھ تو عقل ودیانت سے سوچیں۔کیا یہ سارے واقعات محض اتفاقاً اور حادثاتی طور پر آناً فاناً رونما ہوئے ہیں؟ دو چار دس دن نہیں محرم 61ھ سے 64ھ تک ظلم وستم کا یہ بازار گرم رہا، آپ کس کس موقع، کس کس کام اور کس کس نتیجے سے یزید کو پاک صاف اور بری قرار دیں گے؟ تاریخی حقائق و واقعات کی بناء پر نتیجے اخذ کرنے کی بجائے اپنے بودے تجزیوں کی بنیاد پر یزید کی برأت کا ڈھول پیٹنا، یزید کے مقابلے میں اہلِ بیتِ رسول کی عیب جوئی کرنا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دے کر اُخروی عذاب کا مصداق ٹھہرانا انہی خارجیوں کا نیا رُوپ ہے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہروان کے مقام پر باقاعدہ جنگ کی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ نے ان موذیوں کا سر کچلا تھا۔ عقل ودیانت کا منہ چڑانے والے یہ غلامانِ یزید قرابتِ رسول کا پاس ولحاظ تو کیا کرتے، ان بدنصیب ظالموں نے یہ بھی نہ سوچا کہ کس کا ساتھ دے کر اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں؟

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیب حضور مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل تمام صحابہ کرام اور اہلِ بیت سمیت اپنے تمام محبوب بندوں کی محبت وعقیدت اور ان کے ادب واحترام پر استقامت نصیب فرمائے اور ہمیں ان نفوسِ قدسیہ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے، آمین۔

حوالہ جات باب نمبر 03

01- (i) مقدمہ ابن خلدون عربی ص 206 (ii) اردو ترجمہ ص 301، 302

02- (i) مقدمہ ابن خلدون عربی ص 210 (ii) اردو ترجمہ ص 306

03- (i) مقدمہ ابن خلدون عربی ص 210 (ii) اردو ترجمہ ص 307

04- بخاری کتاب الفضائل اصحاب النبی ﷺ باب ذکر معاویہ رضی اللہ عنہ

05- بخاری کتاب الاعتصام باب اجر الحاکم اذا اجتہد ج 05 ص 930

06- البدایہ ج 08 ص 116

07- (i) البدایہ ج 08 ص 117 (ii) تاریخ الخلفاء ص 164

08- (i) مسلم کتاب الامارۃ باب خیار الائمۃ و شرارھم ج 02 ص 129
(ii) مشکوٰۃ کتاب الامارۃ ص 319

09- (i) مسلم کتاب الامارۃ باب فی طاعۃ الامراء ج 02 ص 127
(ii) مشکوٰۃ کتاب الامارۃ ص 319

10- مسلم کتاب الامارۃ المسلمین ج 02 ص 127

11- (i) ترمذی ابواب الفتن باب افضل الجہاد کلمۃ عدل ج 02 ص 40
(ii) ابوداؤد کتاب الملاحم باب الامر والنّھی ج 02 ص 249
(iii) ابن ماجہ (iv) مشکوٰۃ کتاب الامارۃ ص 322

12- ابوداؤد کتاب الملاحم باب الامر والنھی ج 02 ص 248

13- (i) مسلم کتاب الایمان باب کون النّھی عن المنکر ج 01 ص 51
(ii) مشکوٰۃ باب الامر بالمعروف ص 436

14- مقدمہ ابن خلدون (اردو ترجمہ) ص 307

15- مقدمہ ابن خلدون) اردو ترجمہ (ص 312

16- (i) طبری ج 03 ص 293 (ii) کامل ج 03 ص 129

17- (i) طبری ج 03 ص 299 (ii) کامل ج 03 ص 132

18- (i) طبری ج03 ص319 (ii) کامل ج03 ص147
19- (i) طبری ج03 ص320 (ii) کامل ج03 ص147 تا149
(iii) البدایہ ج08 ص229
20- (i) طبری ج03 ص320 (ii) کامل ج03 ص148
(iii) البدایہ ج08 ص229
21- تہذیب التہذیب ج02 ص345
22- (i) طبری ج03 ص323 (ii) کامل ج03 ص150
(iii) البدایہ ج08 ص234
24-23 (i) میزان الاعتدال ج06 ص23 (ii) تہذیب التہذیب ج10 ص40،41
25- تذکرۃ الخواص ص248
26- البدایہ ج08 ص249
27- (i) طبری ج03 ص339 (ii) کامل ج03 ص164
28- (i) کامل ج3 ص188 (ii) البدایہ 270،286
(iii) الصواعق ص 313
29- احیاء العلوم ج03 ص 167
30- احیاء العلوم ج 03 ص169
31- مکتوبات امام ربانی ص54
32- احیاء العلوم ج03 ص 170
33- احیاء العلوم ج03 ص 170
34- شرح مقاصد ج02 ص307
35- احکام شریعت حصہ دوم ص152
36- بہارِ شریعت حصہ اول، امامت کا بیان، عقیدہ نمبر16 ص261
37- الصواعق المحرقہ ص315

مصادر و مراجع

01- قرآن مجید

02- کتبِ حدیث

الترغیب والترہیب، امام ابوعبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری، دارالفکر بیروت۔
جامع ترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، فاروقی کتب خانہ، ملتان۔
الجامع الصغیر، امام جلال الدین السیوطی، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔
خصائص کبریٰ، حافظ جلال الدین سیوطی، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
سنن ابن ماجہ، امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
سنن ابوداؤد، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث، مکتبہ امدادیہ، ملتان۔
سنن دارمی، امام ابوعبداللہ بن عبدالرحمان دارمی، دارالمعرفہ بیروت۔
صحیح ابن حبان، امام ابوحاتم محمد بن حبان، دارالمعرفہ بیروت۔
صحیح بخاری امام محمد بن اسماعیل بخاری، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
صحیح مسلم، امام مسلم بن حجاج قشیری، قدیمی کتب خانہ کراچی۔
مستدرک حاکم، امام محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، دارالفکر بیروت۔
مسند احمد، امام احمد بن حنبل، دار صادر بیروت۔
مشکوٰۃ المصابیح، امام ولی الدین تبریزی، مکتبہ امدادیہ، ملتان۔
المعجم الکبیر للطبرانی، امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد الطبرانی، مکتبہ ابن تیمیہ قاہرہ مصر۔

03- تفسیر

تفسیر روح المعانی، علامہ سید محمود آلوسی حنفی

04- شروحِ حدیث

ارشاد الساری شرح بخاری، علامہ احمد قسطلانی، مؤسسۃ الحلبی، قاہرہ مصر۔
تیسیر الباری شرح بخاری، وحیدالزماں، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور۔
شرح تراجم ابواب بخاری شاہ ولی اللہ، کارخانہ تجارت آرام باغ، کراچی۔

عمدۃ القاری شرح بخاری، حافظ بدرالدّین محمود بن احمد عینی، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔
فتح الباری شرح بخاری، حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، المطبعۃ البہیۃ المصریہ۔

05- علومِ حدیث

تقریب التہذیب، حافظ شہاب الدّین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، دار صادر بیروت / قدیمی کتب خانہ لاہور۔
تہذیب الکمال فی اسماء الرِّجال، حافظ جمال الدّین ابی الحاج یوسف المزی، موٴسسۃ الرّسالۃ بیروت / دار الفکر بیروت۔
تہذیب التہذیب، حافظ شہاب الدّین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، دار صادر بیروت۔
کتاب الجرح والتعدیل، امام ابومحمد عبدالرّحمان بن ابی حاتم الرّازی، دار الکتب العلمیہ بیروت۔
نزہۃ النظر بشرح نخبۃ الفکر حافظ شہاب الدّین احمد بن علی بن حجر عسقلانی، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔
میزان الاعتدال، علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، مکتبہ رحمانیہ لاہور۔

06- تذکرہ وتاریخ

البدایہ والنہایہ، حافظ عمادالدّین اسماعیل بن عمر بن کثیر مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ۔
امام پاک اور یزید پلید، علامہ محمد شفیع اوکاڑوی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور۔
تاریخ ابن خلدون، علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون، مکتبہ المدرسہ بیروت۔
تاریخ الخلفاء، حافظ جلال الدّین سیوطی، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
تاریخ طبری، امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری، المکتبۃ التوفیقیہ، قاہرہ مصر۔
تاریخ یعقوبی، علامہ احمد بن ابی یعقوب، دار صادر بیروت۔
تذکرۃ الخواص، علامہ سبط ابن الجوزی، مکتبہ نینوی الحدیث طہران۔
تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، الحافظ علی بن الحسن المعروف بابن عساکر، دار المسیرہ، بیروت / ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، مصر۔
جذب القلوب الی دیار المحبوب، شاہ عبدالحق دہلوی النوریہ الرّضویہ، لاہور۔
رحمۃ للعالمین از قاضی سلمان منصور پوری، مکتبہ اسلامیہ لاہور۔
سیرۃ النبی شبلی، علامہ شبلی نعمانی، ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، لاہور۔

شبیر و یزید، پروفیسر حبیب اللہ چشتی، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور۔
الشرف المؤبد لآل محمد، علامہ یوسف بن اسماعیل النبہانی، مصطفی البابی مصر۔
شہید کربلا اور یزید، قاری محمد طیب، ادارہ اسلامیات، لاہور۔
الصواعق المحرقہ، علامہ احمد بن حجر مکی، النوریہ الرضویہ، لاہور۔
طبقات ابن سعد (اردو ترجمہ)، امام محمد بن سعد، نفیس اکیڈمی کراچی۔
فتوح البلدان، احمد بن یحییٰ بن جابر البلاذری (اردو ترجمہ) نفیس اکیڈمی کراچی۔
الکامل فی التاریخ، علامہ ابوالحسن علی بن الکرم الشیبانی، دار الکتاب العربی، بیروت لبنان۔
کردار یزید کا تحقیقی جائزہ، حافظ شفقات احمد، قادری رضوی کتب خانہ، لاہور۔
مقدمہ ابن خلدون، عبدالرحمان بن محمد بن خلدون، دار احیاء التراث العربی، بیروت۔
مقدمہ ابن خلدون (اُردو ترجمہ) عبدالرحمان دہلوی، الفیصل ناشران، اُردو بازار لاہور۔
وفاء الوفا، نور الدّین علی بن احمد السمہودی، احیاء التراث العربی بیروت۔
یزید کی شخصیت، محمد عبدالرشید نعمانی، مکتبۃ الحسن، اردو بازار لاہور۔

07- متفرق

ازالۃ الخفاء، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدیمی کتب خانہ کراچی۔
احکامِ شریعت، امام احمد رضا خاں، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی۔
احیاء العلوم، امام محمد بن محمد غزالی، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ۔
اسلامی بحریہ، ڈاکٹر محمد نواز، دار الاندلس، لاہور۔
بہارِ شریعت، حکیم امجد علی، المکتبۃ المدینہ، کراچی۔
جذب القلوب الی دیار المحبوب، شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔
حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔
شرح عقائد نسفیہ، علامہ سعد الدین تفتازانی، مصر۔
مجموع فتاوٰی ابن تیمیہ، حافظ ابن تیمیہ، ریاض۔
نبراس، مولانا عبدالعزیز پرہاروی۔